تاریخ کے آئینے میں

(ریڈیائی نشریات)

شبانہ انجم کاظمی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

Marfat.com

کربلا
تاریخ کے آئینے میں

(ریڈیائی نشریات)

یورپ میں پہلی بار برطانیہ کے ریڈیو اسٹیشن سے عشرہ محرم میں ذکرِ حسینؑ

*

شبانہ انجم کاظمی

Script Writer — Broadcaster
and
Programme Producer

*

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

Marfat.com

© جملہ حقوق محفوظ

Karbala–Tareekh ke Aaine Mein

by

Shabana Anjum Kazmi

Year of Edition 2007
ISBN 0948977-29-9
Price Rs. 125/-

297.951
289
24346

نام کتاب	:	کربلا تاریخ کے آئینے میں
مصنفہ	:	شبانہ انجم کاظمی
سنِ اشاعت	:	۲۰۰۷ء
قیمت	:	۱۲۵ روپے
مطبع	:	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

تقسیم کنندگان

ہندوستان میں	:	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۳۱۰۸ گلی وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔٦
پاکستان میں	:	سنگ میل پبلی کیشنز، لوئر مال، لاہور
برطانیہ میں	:	دی بک سینٹر، وہائٹ ایبے روڈ، بریڈفورڈ، ویسٹ یارک شائر

ناشر

INSTITUTE OF THIRD WORLD ART & LITERATURE
16, Windermere Road , London W5

Marfat.com

ابّاجان کے نام

Marfat.com

ترتیب

نشان	صفحہ
کربلا (جوش ملیح آبادی)	۵
اے کربلا، اے کربلا (مصطفیٰ زیدی)	۶
احوالِ واقعی	۷
اے کربلا، اے کربلا (مصطفیٰ زیدی)	۸
تیرے نام سے ابتدا	۹
پیاس (سید عاشور کاظمی)	۱۰
کیا کھویا، کیا پایا	۳۱
حسینؑ (سید عاشور کاظمی)	۳۲
تاریخ کے آئینے میں	۵۱
تاریخ دے رہی ہے یہ آواز (جوش)	۵۲
ہوا کے دوش پر (ریڈیائی نشریات)	۸۳
جہاں سے روشنی ملی	۱۴۰

Marfat.com

--: کربلا :--

کربلا، ایک تزلزل ہے محیطِ دوراں
کربلا خرمنِ سرمایہ پہ ہے برقِ تپاں
کربلا طبل پہ ہے ضربتِ آوازِ اذاں
کربلا جرأتِ انکار ہے پیشِ سلطان

فکرِ حق سوز، یہاں کاشت نہیں کر سکتی
کربلا، تاج کو برداشت نہیں کر سکتی

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار
دوشِ انساں پہ ہے جب تک حشمِ تخت کا بار
جب تک اقدار سے، اغراض ہیں گرمِ پیکار
کربلا، ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز، تلوار

کوئی کہدے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا، اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

(جوش ملیح آبادی)

Marfat.com

اے کربلا، اے کربلا

ہر دور، میں مظلومیت کی داستاں لکھی گئی
تادیبِ جبر و سلطنت کے درمیاں لکھی گئی
لمحوں کی زنجیروں میں سطرِ جاوداں لکھی گئی
تشریح عنوانِ زبانِ بے زباں لکھی گئی

جتنا شعارِ محتسب دشوار تر ہوتا گیا
اتنا ہی ذکرِ خونِ ناحق مشتہر ہوتا گیا

خونِ شہیداں کو، خراجِ اہلِ حق ملتا رہا
لیکن شہادت سے تو ہے، مظلومیت کی ابتدا
بعدِ امامِ لشکرِ تشنہ دہاں، جو کچھ ہوا
کس سے کہوں کیسے کہوں اے کربلا، اے کربلا

دردِ لبِ مژگاں نہیں کربِ حریمِ دل ہے یہ
لوح و قلم کے عجز کی سب سے بڑی منزل ہے یہ

(مصطفیٰ زیدی)

Marfat.com

---- احوالِ واقعی

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان، حسن طبیعت نہیں مجھے
(غالب)

Marfat.com

------ اے کربلا، اے کربلا

اشکوں سے طغیانی اٹھی آہوں سے افسانے بنے
جلتے ہوئے حرفوں کے خاکستر سے، پروانے بنے
ہر خاک و خوں آلود سے تسبیح کے دانے بنے
ہر تشنگی سے، ساقیِ کوثر کے میخانے بنے

تردید کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی گئی
جبر و تشدد میں نوائے بے نوا بڑھتی گئی

وہ اہلبیتِ ہاشمی ہر لمحہ جن کو بار تھا
وہ عترتِ اطہار، جن کا ہر نفس آزار تھا
جس ہاتھ سے تھپڑ پڑے وہ ہاتھ اک کردار تھا
عارض سکینہ کے نہ تھے، تاریخ کا رخسار تھا

حرفِ تپاں اسلام کا منشور بن کر رہ گیا
جو زخم تھا تہذیب کا ناسور بن کر رہ گیا

(مصطفیٰ زیدی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اور توصیف اس خدائے لایزال کی جو (علی الترتیب بشرطِ جان اور بشرطِ ایمان) رحمان ہے اور رحیم ہے ۔ جو اپنے کمالِ ذات و صفات میں واحد ہے ، یکتا ہے ، ایک ہے ۔ جو کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری خلق اس کی محتاج ہے ۔ اس دعا کے ساتھ کہ اے رب اللعالمین ، اے دلوں کا حال جاننے والے ، اے راستہ دکھانے والے ، بنی نوع انسان کو بالعموم اور اپنے حبیبؐ کی امت کو بالخصوص صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیقات عطا فرما ۔

اللہ کو صیغہ ء واحد سے خطاب کرنے کی جسارت پر ان صاحبانِ علم و فراست سے معذرت جو اللہ کے لئے (احتراماً) جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں ۔ اپنی کم علمی ، ہیچمدانی اور کوتاہ نظری کا اعتراف مگر میری حقیر رائے میں اس کی احدیت کا تقاضہ یہی ہے کہ اسے صیغہ ء احد سے پکارا جائے ۔

اما بعد ، صلواۃ و سلام اس نورِ اول ، صبحِ اول ، خلقِ اول ، خلق اول ، خاتم النبین ، افضل المرسلین ، سرورِ انبیا ، حبیبِ خدا ، احمدِ مجتبیٰ ، محمدِ مصطفیٰؐ صل اللہ و علیہ و آلہ و صلعم پر جنہیں عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ۔

میرا سلام آلِ نبی پر کہ جن کی مودت اجرِ رسالت ہے ، جن کی محبت جزوِ ایمان ہے اور جن پر درود و سلام کے بنا نماز مکمل نہیں ہوتی ۔

Marfat.com

قرض ہے نوعِ بشر پر، ساقیِ کوثر کی پیاس
ثبت ہے لوحِ شہادت پر علی اکبرؑ کی پیاس

حدِ فاصل، ظلم اور مظلومیت کے درمیاں
امتحانِ غیرتِ انسان تھی اصغرؑ کی پیاس

(عاشور)

Marfat.com

برطانیہ کے اردو اخبارات و رسائل میں آئے دن طرح طرح کے دلچسپ مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ پھران مضامین پر بحث مباحثے شائع کر کے یہاں کے اخبارات برطانیہ میں آزادی ، تحریر کا ثبوت بھی پیش کرتے رہتے ہیں ۔ مذہبی مباحث میں اکثر علم سے زیادہ جذبات کار فرما نظر آتے ہیں ۔ پچھلے دنوں لندن کے ایک اردو روزنامے میں ایک بیرسٹر صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا جس کا لب ولباب یہ تھا کہ کربلا کی جنگ اسلام کی جنگ نہیں تھی ، حق و باطل کی جنگ نہیں تھی ، ظلم و مظلومیت کے درمیان جنگ نہیں تھی بلکہ دو شہزادوں کی جنگ تھی ، (خاکم بدہن) حسینؑ اور یزید کی ذاتی جنگ تھی ۔ میری معلومات کے مطابق مسلم دانشوروں نے اس مضمون کے بہت سے جوابات لکھے مگر روزنامے کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ اس اختلافی مضمون سے اختلاف کرنے والے مضامین کی اشاعت سے مسلمانوں میں اختلاف پھیل سکتا ہے چنانچہ اسلام کی تاریخ کے ترجمان وہ مضامین شائع نہ ہو سکے ۔ ایک آدھ مضمون شائع ہوا بھی تو ادارتی اختیارات کے استعمال کے سبب کچھ اس طرح کہ بیرسٹر صاحب کی "نرالی منطق" کا مدلل جواب ثابت نہ ہو سکا ۔

بیرسٹر صاحب کا یہ مضمون کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ نواسہ ، رسول حضرت امام حسینؑ کی شہارت کے فوراً بعد یزیدی حکومت کے پورے نظم و نسق نے اس بات کی تشہیر شروع کر دی تھی کہ یزید کے خلاف کسی شہزادے نے بغاوت کی تھی جسے کچل دیا گیا ہے اور کربلا میں اس باغی شہزادے کو قتل کر دیا گیا ہے ۔ یہی بات کہہ کر کوفہ و شام کے بازار سجائے گئے تھے اور رسولؐ کے اہلِ حرم کو ننگے سر بازاروں میں لایا گیا تھا کہ لوگ حکومت کے جبر سے خائف ہو کر اپنے سروں کو جھکائے رکھیں ۔ یہ اور بات کہ شہزادی زینبؑ کے خطبوں نے پانسہ پلٹ دیا اور اس دور کے بے حس عوام کو پتہ چل گیا کہ قتل ہونے والا باغی نہیں بلکہ نواسہ رسولؐ تھا ۔ پس یہ فکر کہ کربلا کی جنگ دو

Marfat.com

شہزادوں کی جنگ تھی سنتِ یزید ہے جسے نہ صرف کلمہ گویانِ رسولؐ بلکہ کوئی بھی تاریخ جاننے والا نہیں مانتا۔ سنتِ یزید کا کوئی داعی آج تک اہلِ اسلام کے ایک سوال کا جواب نہیں دے سکا کہ:

غمِ حسینؑ ہر اک شہر، ہر دیار، گیا
جہاں نہ قافلہ پہنچا، وہاں غبار گیا
تھی کربلا میں اگر جنگ شاہزادوں کی
قلم میں دم ہے، تو لکھو "حسینؑ ہار گیا"

یہ بات اپنی جگہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ سوالیہ نشان بن کر ابھرتی ہے کہ آخر ایک بیرسٹر کو تاریخ اور مذہب کے نام پر اس اجتماعی طور پر تنسیخ کردہ فکر کو دوھرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

شہارتِ امام حسینؑ کے بعد کم و بیش ستر (۷۰) سال بنی امیّہ کی حکومت رہی بعد ازاں پانچ سو اکیس (۵۲۱) برس بنی عباس حکمران رہے۔ اس طرح ان دونوں خاندانوں کے مطلق العنان فرمانرواؤں نے (جو خلیفہ کہلاتے رہے) واقعہء کربلا کو مسخ کرنے کی بھرپور کوششیں کیں لیکن یہ حسینؑ کی مظلومیت اور صداقت کا اعجاز ہے کہ آج نہ صرف مسلمان بلکہ عالمی سطح پر حسینؑ کو مظلوم اور حق کی پہچان سمجھا جاتا ہے اور دنیا کی تاریخ میں جہاں جہاں ظلم کے خلاف بات کی گئی ہے (یا کی جاتی ہے) وہاں وہاں حق و صداقت کے حوالے سے حسینؑ کا نام لیا گیا ہے بلکہ لیا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں یہ سوال ابھی تشنہء جواب ہے کہ بیرسٹر صاحب جیسے لوگ مسلمہ تاریخ کو جھٹلانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ کربلا میں تو امام حسینؑ کے خلاف تلوار اُٹھانے والوں کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دیا گیا تھا۔ مثلاً عرب کے مشہور پہلوان اور جنگجو مردِ آہن طارق بن شیبث سے امام حسینؑ کے بھائی عباسؑ ابن علیؑ سے جنگ کرنے اور ان کا سر قلم کرنے کے عوض "موصل" اور "رقہہ" کی جاگیر دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ سالارِ فوجِ یزید، عمر سعد کو لالچ دیا گیا تھا کہ وہ حسینؑ کا سر قلم کر کے لائے گا تو اسے "رَے"

Marfat.com

کی جاگیر دی جائیگی چنانچہ جب عمر سعد نے دوسری محرم سے نویں محرم تک امام حسینؑ کے خیموں پر حملہ نہیں کیا تو شمر، کوفے کے گورنر ابن زیاد کا یہ حکم لیکر کربلا پہنچا کہ اگر پسر سعد فوری طور پر امام حسینؑ اور ان کے رفقا کو تہہ تیغ نہ کرے تو یزیدی فوج کی کمان شمر کے سپرد کر دے۔ اسی لئے نویں محرم کی رات کو بغیر کسی اعلان جنگ کے یزیدی فوج نے خیام امام پر حملہ کر دیا تھا جسے امام حسینؑ نے ایک رات کی مہلت کے عوض روزِ عاشور پر ٹال دیا تھا۔ اس التوائے جنگ کے لئے امام حسینؑ نے فرمایا تھا؛

"آج کی رات تم سوچ لو کہ کس کے خون کے پیاسے ہو اور ہم ایک
رات اور عبادت میں بسر کر لیں۔"

یہ بھی ممکن ہے کہ امام عالی مقام کے پیش نظر یہ بات بھی ہو کہ اگر شب کی تاریکی میں جنگ ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ آنیوالی نسلوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ یزیدی فوج رات کے اندھیرے میں اولادِ رسولؐ کو پہچان نہیں سکی تھی۔

سنہ ۶۱ ھجری میں تو ظلم، جبر اور باطل کی علامت یزید تھا جو صداقت، دین، اور انسانی اقدار کو مٹانے پر تلا ہوا تھا نیز اپنی مطلق العنانی اور جاہ و حشم کے دبدبہ کے علاوہ بڑی بڑی جاگیروں کا لالچ دے کر شجاعان عرب کو امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ کر رہا تھا البتہ آج کے دور میں یہ سوچنا ضروری ہے کہ وہ کونسی طاقت ہے، وہ یزید عصر یا یزیدان عصر کون ہیں جو صدیوں کی مسلمہ تاریخ کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں خاص طور پر ایسی تاریخ کو جو اسلام کے لئے سربلندی کا نشان اور دنیائے انسانیت کے لئے اسلام کی عظمت کے اعتراف کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ منفی رویے کس کی خدمت کر رہے ہیں؟ اسلام کی خدمت؟ تاریخ کی خدمت؟ یا ان کی خدمت جو ان رویوں کی تشہیر کی کوشش کرتے ہیں۔ ان منفی رویوں والی طاقتوں یا فتنوں کے آلہ کار لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ راہرو اگر کسی منزل پر پہنچ بھی جائے تو یہ وہی منزل ہو گی جس کا راستہ اس نے اپنایا تھا۔ مسلک یزید پر چلنے والوں کا انجام وہی ہو گا جو یزید کا ہوا اور شعارِ حسینی پر چلنے والے اسی منزل پر پہنچیں گے جو حسینؑ کی منزل تھی۔ یہ حقیقت نہیں بھلائی جا سکتی کہ اپنے دور کے فرمانروا یزید کا نام داخل دشنام ہو گیا ہے اور اسوہ

Marfat.com

رسولؐ، پیغامِ رسولؐ، اور سیرتِ رسولؐ پر کاربند مظلوم فقیہہِ وقت امام حسینؑ کو آج خراجِ عقیدت مل رہا ہے۔ حسینؑ اور حسینیت آج ادب کا بھی عنوان ہے اور زندگی کا بھی۔ بقول جوش ملیح آبادی:

تاج نے، آلِ محمد پہ جو روکا پانی پاس کے ابر سے یوں ٹوٹ کے برسا پانی
بے دھڑک قصرِ حکومت میں در آیا پانی ہو گیا سر سے شہنشاہ کے اونچا پانی
تاجداری، معرکِ اورنگ و نگیں، ڈوب گئی
آسماں سے جو لڑی تھی وہ زمیں ڈوب گئی

عام طور پر منفی رویوں کا جواب منفی عمل سے دیا جاتا ہے لیکن میرے اسلام نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ منفی رویوں کو مثبت عمل سے بھی شکست دی جا سکتی ہے۔ میرے مولا حسینؑ نے اپنے عمل سے یہی ثابت کیا ہے اور طاقت کا جواب طاقت کی بجائے مظلومیت اور صبر سے دیا ہے:۔

انساں اگر ہو حق پہ تو شاہد ہے کربلا
کٹتی ہے گردنوں سے بھی تلوار دیکھنا

(سید عاشور کاظمی)

مولا حسینؑ کا یہ کردار میرا مسلکِ حیات ہے۔ چنانچہ میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں جس ریڈیو پر میں کام کرتی ہوں اگر ایامِ محرم میں کربلا کی تاریخ براڈکاسٹ کر سکوں تو ایک طرف تو منفی سوچ رکھنے والے نہ جانے کتنے گم کردہ ء راہِ صداقت لوگوں کی فکر کا جواب ہو گا اور دوسری طرف جابر سلطانوں کی تراشیدہ روایتوں کی تردید کے علاوہ مسلمانوں کے مختلف مکاتیبِ فکر میں بٹ جانے کے سبب جو کربلا کی صحیح تاریخ عالمِ انسانیت کے سامنے نہیں آسکی اس کی طرف بھی ایک مثبت قدم ہو گا۔ اس فکر نے مجھے تقویت بخشی اور میں نے سجدے میں سر رکھ کر اپنے معبود سے التجا کہ پالنے والے اس مشن میں میری امداد فرما۔ میں نے ریڈیو کے کارپردازان اور اپنے "چیف" سے بات کی اور ان سے کہا:

"میں پورے سال ہر مذہب کے تہواروں پر خصوصی پروگرام نشر کرتی

Marfat.com

ہوں، اب چاہتی ہوں کہ اسلامی تاریخ کے ایسے خونین سانحہ کا تذکرہ دس روز تک روزانہ ریڈیو سے نشر کروں جو صرف اسلام کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ایک درس ہے۔"

میرے غیر مسلم Bosses نے جواب دیا:

"شبانہ جی، We trust you (ہمیں آپ پر اعتماد ہے)۔ آپ جب دوسرے مذاہب پر اتنے مکمل پروگرام دیتی ہیں کہ کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا تو ہمیں یقین ہے آپ اپنے مذہب پر perfact پروگرام پیش کریں گی لیکن ایک بات بتائیے کہ اسلام میں ۷۲ فرقے ہیں، آپ کونسے فرقے کی بات کریں گی؟ ہمارا تو تجربہ یہ ہے کہ ہر مسلم festival پر جو بھی پروگرام نشر کیا جاتا ہے اس پر کوئی نہ کوئی فرقہ اعتراض کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ Muslim Festivals کو ignore کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ کون controversy میں پڑے"

میرا سر شرم سے جھک گیا۔ نہ جانے برٹش میڈیا کے غیر مسلم لوگوں کی یہ دلیل سن کر مسلم دانشوروں اور مختلف مکاتیبِ فکر کے اکابرین کا کیا رویہ ہوگا؟ اللہ اللہ مسلمان فرقہ پرستی میں اس حد تک ملوث ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو بنیاد بنا کر غیر مسلم میڈیا اور دانشور اسلام کی آفاقی قدروں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ بہر حال میں نے اپنی بساط کے مطابق اسلام کا دفاع کرتے ہوئے کہا؛

"یہ بات زیادہ صحیح نہیں ہے کہ اسلام بہتر ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے۔ اسلام میں جو بہتر (۷۲) فرقے بتائے جاتے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ اسلام ایک اور صرف ایک مذہب ہے، اس میں مسلمان مختلف مکاتیبِ فکر ضرور رکھتے ہیں۔"

میں نے کہنے کو تو کہہ دیا لیکن یہ سوچ رہی تھی کہ اگر ان لوگوں نے سوال کر لیا

Marfat.com

کہ یہ جو تمہارے مذہب کا ایک فرقہ آئے دن دوسرے فرقہ کو کافر کہہ رہا ہے؟ یہ کیا ہے ؟تو میں کیا جواب دوں گی؟"۔اللہ نے میری عزت رکھ لی۔انہوں نے صرف اتنا کہا؛

"شبانہ جی، ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات براڈکاسٹ نہ ہو جائے جس پر کوئی فرقہ اعتراض کرسکے ۔ یاد رکھیئے اگر کوئی اعتراض ہوا تو آپ کے مسلمان بھائیوں ہی کی طرف سے ہوگا جس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی"

میں نے پھر کہا؛

میں مسلمانوں کے کسی فرقہ کی نہیں بلکہ اسلام کی تاریخ بیان کروں گی اور اس تاریخ سے کوئی اختلاف نہیں کرسکے گا۔ پھر بھی میں یہ ذمہ داری قبول کرتی ہوں۔

پس یہ طے پا گیا کہ میں یہ پروگرام کروں گی ۔اس پروگرام کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ تھی کہ نہ صرف برطانیہ بلکہ یورپ بھر میں اس سے قبل محرم کے سلسلے میں کوئی مسلسل پروگرام کسی ریڈیو سٹیشن سے براڈکاسٹ نہیں ہوا تھا۔نہ ہی میڈیا نے محرم یا واقعہ کربلا کو کبھی خاطر خواہ کوریج دی تھی ۔اردو اخبارات میں یوم عاشور کی اشاعتوں میں چند مضامین ضرور شائع ہوتے ہیں جن پر مسلمانوں ہی کے مختلف مکاتیبِ فکر کی طرف سے اعتراضات بھی ہوتے رہتے ہیں ۔سچ پوچھئے تو اکثر مضامین تاریخی حقائق سے زیادہ لکھنے والوں کے نقطہ ۔نظر کے ترجمان ہوتے ہیں ۔نتیجہ یہ کہ فکرِ حسینؑ ، ایثارِ حسینؑ ، مقصدِ حسینؑ جو مسلمانوں کے مختلف مکاتیبِ فکر کے لئے نقطہ ۔اتحاد ہو سکتا ہے وہ کم علمی ، تعصبات ، گروہ بندی اور نفاقِ باہمی کی نذر ہوتا چلا آ رہا ہے ۔میرے پیشِ نظر سارے حقائق تھے اس لئے جہاں میں پروگرام کی منظوری سے خوش تھی وہاں میرے سامنے کچھ مسائل بھی تھے ۔

سب سے پہلے میں نے اپنے شفیق رہنما ، اپنے بھائی جان سید عاشور کاظمی سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ میں یہ ذمہ داری قبول کر چکی ہوں ۔بھائی جان کو دنیائے ادب میں ایک مفکر ، دانشور ، شاعر ، ادیب ، طنزنگار ، نہ جانے کس کس حیثیت میں جانا

Marfat.com

جاتا ہے لیکن یہ بات شاید زیادہ لوگ نہیں جانتے کہ تاریخ اسلام پر بھائی جان کی گہری نظر ہے۔اور شاید یہ بات بھی عام نہیں کہ تعلیم کے میدان میں میری رہنمائی، ادب کی دنیا میں میرا تعارف، اخلاق کی منزلوں پر میرے کردار کی تعمیر، حتیٰ کہ براڈکاسٹنگ کی میدان میں میری گفتار کی روانی، سب کچھ میرے بھائی جان کی شفقت کا نتیجہ ہے۔وہ مجھے سامنے بٹھا کر گھنٹوں یوں لیکچر دیتے ہیں جیسے میں آج بھی پرائمری سکول کی طالبہ ہوں۔ نظم و نثر میں کوئی غلطی ہوتی ہے تو اصلاح کرتے وقت یوں ڈانٹتے ہیں جیسے ماں باپ سکول سے بھاگے بچوں کو ڈانٹتے ہیں۔بھائی جان نے مجھے باپ کی شفقت، ماں کا پیار، بھائی کی محبت اور دوست کا خلوص دیا ہے۔آج بھی میں بڑی سے بڑی ذمہّ داری اس یقین پر قبول کر لیتی ہوں کہ میرے سر پر ایک سایہ ہے جو مجھے آزمائشوں یا ناکامیوں کی دھوپ سے بچالے گا۔ٹھوکر کھانے لگوں گی تو ان کے مضبوط ہاتھ مجھے سہارا دیں گے اور منہ کے بل گرنے نہیں دیں گے۔وہ جب مجھ سے کہتے ہیں:

شبانہ، میں تمہیں perfect دیکھنا چاہتا ہوں۔

تو میں یہی جواب دیتی ہوں۔

"بھائی جان آپ کی لکھنے کی عمر چالیس سال ہے اور میری کل عمر اتنی نہیں ہے۔آپ جو سکھاتے ہیں میں سیکھ تو لیتی ہوں"

"بکواس بند۔میں چاہتا ہوں کہ جو تھوڑا بہت میں نے ٹھوکریں کھا کر سیکھا ہے وہ تو مجھ سے براہ راست لے لے۔میرے بعد خدانہ کرے تو ان سختیوں سے گذرے جن سے مجھے گذرنا پڑا ہے۔"

کوئی میرے دل سے پوچھے ان کے ڈانٹنے میں کتنا پیار ہوتا ہے۔کاش ہر بھائی اپنی بہنوں سے اسی لہجے میں، اتنی ہی محبت سے بات کیا کرے۔

بھائی جان جب مجھ سے کہتے ہیں "بکواس بند کرو" تو میں چپ ہو جاتی ہوں اور ان کا لیکچر شروع ہو جاتا ہے۔میں غور سے سنتی رہتی ہوں۔کچھ دیر بعد انہیں خیال آتا ہے تو کہتے ہیں۔

"کچھ بولو گی بھی یا نہیں؟ منہ سے کچھ بکو تو پتہ چلے کہ تم کچھ سمجھ بھی

Marfat.com

رہی ہو یا میں بھینس کے آگے بین بجا رہا ہوں"
اور میں کہتی ہوں" سگ باش، خواہرِ خورد مباش "تو بھائی جان کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔

بھائی جان نے برطانیہ میں اردو کے لئے جو کچھ بھی کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں انہوں نے ترقی پسند تحریک کی جو خدمت کی وہ بھی ادب والوں سے پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے کتنے لوگوں کو ادب میں متعارف کرایا، کتنے لوگوں کو علم وادب کی راہ پر چلنے کے قابل بنایا یہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔آج بھی وہ ہر انسان کی مدد پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ہر شخص کا دکھ بانٹتے ہیں لیکن جواباً انہیں زمانے سے وہ کچھ نہیں ملا جس کے وہ مستحق ہیں۔انہیں اس کا یقیناً دکھ ہوگا مگر وہ کچھ کہتے نہیں۔یہ شخص جو ہر وقت اپنے ہونٹوں پر تبسم کی کرنیں سجائے رہتا ہے کون جانے اس کے دل میں کتنے زخم ہیں۔ اُن کی ہنسی شاید وہ مرہم ہے جو وہ لمحہ بہ لمحہ اپنے زخموں پر لگاتے ہیں۔انہیں کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔

ایک بار ایک مشاعرے میں (جس کی صدارت بھائی جان کر رہے تھے) ایک ایسے شاعر نے جس کی ادبی عمارت کی بنیاد میں بھائی جان کی شفقت کی اینٹیں نمایاں نظر آتی ہیں ان پر ایک فقرہ اچھالا۔عوام آج بھی بھائی جان سے محبت کرتے ہیں۔ محفل میں سناٹا چھا گیا۔لوگوں کو یہ فقرہ اچھا نہیں لگا۔شاعروں کو کلام پر داد ملنی بند ہو گئی۔ بھائی جان نے میز پر رکھے ہوئے مائکروفون کو اپنی طرف کیا اور کہا؛

" دوستو، میں آپ کی خاموشی کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔آپ کسی بات سے دل برداشتہ ہو کر مشاعرے کے ماحول کو خراب نہ کریں۔جو اشعار آپ کو پسند آئیں اُن پر کھل کر داد دیجئے۔آپ جس بات سے کبیدہ خاطر ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ؛

میں جس کے ہاتھ میں کچھ پھول دے کے آیا تھا
اسی کے ہاتھ کا پتھر میری تلاش میں ہے

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔چہروں پر بشاشت آگئی اور شاعر موصوف کو محفل سے اٹھ کر

Marfat.com

جانا دو بھر ہو گیا۔

جو لوگ بھائی جان کی ادبی قامت کی برابری نہیں کر سکتے وہ اس باکردار، با ضمیر انسان کی کردار کشی کی نیت سے گم نام خطوط لکھتے ہیں اور بھائی جان کچھ نہیں کہتے ادبی بونے ان پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور بھائی جان کچھ نہیں کہتے۔ لوگ ان پر اتہام لگاتے ہیں اور وہ کچھ نہیں کہتے۔ کبھی کبھی میں جھنجھلا کر کہتی ہوں:

"بھائی جان آخر آپ ان ذلیل حرکتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپ سچائیوں کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں اور لوگ جھوٹ آپ کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ آخر آپ بولتے کیوں نہیں؟"

بھائی جان مسکرا کر کہتے ہیں؛

گڑیا، اگر تمہیں کتا کاٹ لے تو جواباً کیا تم بھی کتے کو کاٹو گی؟ ارے پگلی میں جس مسلک پر چل رہا ہوں اس پر چلنے والوں کے سر تو نوکِ سناں پر نظر آیا کرتے ہیں میرا سر تو ابھی میرے شانوں پر ہے ----- اور پھر کہیں خلاؤں میں گھورتے ہوئے دھیرے سے کہتے ہیں ----- نہ جانے مجھے حسینیت کی راہ میں وہ منزل کب ملے گی جہاں سچ کہنے کے جرم میں لوگ میرا سر قلم کر دیں۔

شائد ایسی ہی کہی کیفیت سے گذرتے ہوئے انہوں نے اپنے ایک سلام ۳ ، یہ شعر کہا ہے۔

مصلحت ہم سے نہ ہو گی، سچ نہیں اُن کو قبول
اس لئے عاشورؔ سے ہر گام، کتراتے ہیں لوگ

اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کو عمر خضر عطا کرے (آمین) مگر یہ بھی سچ ہے کہ (خدا نہ کرے) میرے بھائی جان مجھ سے بچھڑ گئے تو بھی میں خود کو یتیم اور بے سہارا محسوس کروں گی۔

میں یہاں اپنے بھائی جان سید عاشور کاظمی کا ذکر اپنی محبت کے حوالے سے نہیں

Marfat.com

کر رہی ہوں بلکہ وضاحت یہ مقصود ہے کہ اپنے ریڈیو پروگرام کی تکمیں کے لئے (جس کا عنوان میں نے "کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں" رکھا تھا) نہ صرف بھائی جان کی تجویز کردہ کتابیں میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں بلکہ سب سے زیادہ رہنمائی مجھے اس تربیت سے ملی جس کا میں ذکر کر چکی ہوں، بھائی جان کی ان تحریروں سے ملی جو میں بڑے غور سے پڑھتی رہی ہوں۔

بھائی جان ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہیں۔ وہ تحریک جس کے متعلق کسی زمانے میں بلکہ ابھی تک یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ لامذہب لوگوں اور مذہب سے منحرف لوگوں کی تحریک تھی۔ لیکن بھائی جان مسلمان ہیں اور انہوں نے اس کا اعلان بھی بارہا کیا ہے۔ "حقیقت شاعری" کے دیباچے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس اس کا خلاصہ یہ ہے ان کی نظر میں پہلی ترقی پسند ذاتِ گرامی حضرت محمدؐ کی تھی۔ وہ امام حسینؓ کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ بھائی جان کی کتاب "صراطِ منزل" پر ڈاکٹر شارب ردولوی نے جو استدلال کیا ہے وہ بہت مستحکم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا

> "امام حسینؓ بڑے انقلابی تھے جنہوں نے ظلم، جبر اور آمریت سے ٹکر لے کر ثابت کر دیا کہ نظریے کے سامنے عسکری طاقت اور تعداد کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے انہیں ایک ترقی پسند اور جدید شاعر کے نذرانہ، عقیدت پیش کرنے میں کوئی تعجب کی بات ہے نہ تضاد۔"

مذہب کے معاملے میں جب بھی میری نظر میں کوئی سوال ابھرا تو بھائی جان نے اس کا ہمیشہ وہ جواب دیا جسے عقل تسلیم کر لے۔ سچ پوچھئے تو جوانی کی سرحدوں میں داخل ہونے تک میں اس لئے مسلمان تھی کہ خوش قسمتی سے ایک با عمل مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی تھی لیکن بھائی جان اس لئے مسلمان ہیں کہ وہ اسلام کو سب ادیان سے زیادہ ترقی پسند، مدلل logical ، سائنسی scientific اور فطرت انسانی کے مطابق سمجھتے ہیں۔ انہوں نے میرے دل میں بھی جو ایقان پیدا کیا ہے اسی کا صدقہ ہے کہ میں بھی آج کم و پیش اسی منزل پر ہوں۔ ان کی زیرِ حوالہ کتاب "صراط منزل" نے میری فکر کو بہت روشنی دی ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں انہوں

Marfat.com

نے لکھا ہے؛

" میں اسلام کو دینِ فطرت سمجھتا ہوں اسی لئے اسلام کے نام پر انسانیت یا فطرتِ انسانی کے خلاف کوئی احکام صادر کرے تو مجھے ماننے میں تامل ہوتا ہے۔ میں نے ہر اس انسان کو پڑھنا اور سمجھنا چاہا ہے جو کسی سبب عظیم کہلایا۔ ثقہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود میں نے خلیل جبران کو بھی پڑھا ہے اور کارل مارکس کے نظریات کو بھی دیکھا ہے۔ دنیا میں جتنے بڑے لوگ گذرے ہیں میں نے انہیں ان کے عہد کے تناظر میں جاننے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو انسانیت کے درجہ ء کمال پر فائز تھے اور انسانِ کامل کہلانے کے مستحق تھے میرے لئے نشانِ منزل نہیں بلکہ منزل ہیں۔ اسلام امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ اسلام مکمل ضابطہ ء حیات ہے۔ لیکن اگر اسلام کے نام پر امن پسندوں پر فوج کشی کی جائے یا آمریت ظلم، بربریت یا ملوکیت کو جائز قرار دیا جائے تو میں اسے اسلام نہیں سمجھتا۔ انسان مدنی با الطبع ہے۔ انسان، انسان کا رفیق اور ساتھی ہے۔ انسان، انسان کی ضرورت ہے۔ سب انسان مساوی حقوق لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ طبقاتی درجہ بندی اسلام نہیں، انسانیت نہیں، دین فطرت نہیں لہذا مجھے قبول نہیں۔ بھائی چارے، مساوات اور اخوت کا پیغام میرا اسلام ہے۔

میں اسلام میں " پوپ ازم " کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ میرا تعلق اس مکتبہ ء فکر سے ہے جو جمود کا قائل نہیں۔ اوامر و نہی کے علاوہ بنیاد پرستی جس کا شیوہ نہیں۔ جو حرکت پر یقین رکھتا ہے۔ حرکت، اجتہاد ہے۔ اجتہاد، تلاش کا نام ہے۔ اجتہاد، بدلتے ہوئے تقاضوں اور حالات کو سمجھ کر ان کا حل تلاش کرنے کا نام ہے۔ اجتہاد، ارتقاء اور ترقی پسندی ہے اور میں ترقی پسند ہوں۔

Marfat.com

کفر میری نظر میں جہل کا نام ہے، ظلم کا نام ہے، کذب کا نام ہے، صداقت سے انحراف کا نام ہے، امن و سلامتی کے پیغام کو قبول نہ کرنے کا نام ہے۔

مجھے دعویٰ، علم نہیں۔ میں علم کی فضیلت کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔ علم کسی کی جاگیر نہیں۔ علم کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ علم کو دولت سے خریدا نہیں جا سکتا۔ علم کو طاقت کے بل پر اسیر نہیں کیا جا سکتا۔ علم کو monopolise بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ علم جو درباروں میں بک جائے، وہ علم جو علماء کو جہل اور جہل کو علم کا فتویٰ دے دے۔ وہ علم جو ظلم کو قانونِ ضرورت کی تلوار سونپ دے، علم نہیں جہل ہے۔ صداقت نہیں شیطنت ہے۔ علم، حق و صداقت کے ساتھ ہو تو حسینؑ ہے، جہل کے ساتھ ہو تو یزید ہے۔

سید عاشور کاظمی کے ذہن میں جہاں اسلام کا صاف ستھرا اور قابلِ عمل تصوّر ہے وہاں مسلمانوں کی زبوں حالی بھی انہیں کبیدہ خاطر کرتی ہے۔ وہ آج کے مسلم حکمرانوں اور علماء کی غفلت کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اس صورت حال کا تذکرہ "صراطِ منزل" میں یوں ملتا ہے؛

> اسلام ایک مکمل ضابطہ ء حیات پیش کرتا ہے۔ میرے گھر میں بھی (عام مسلمانوں کی طرح) یہ ضابطہ ء حیات جزودان میں محفوظ، شیلف کی زینت ہے مگر میں اس ضابطہ ء حیات کو صدق دل سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ میں نے حتی المقدور عیسائیت کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ میں نے دیگر مذاہب کو بھی جاننے کی کوشش کی ہے اسلام کا دستور زیادہ واضح، زیادہ مدلل، قابلِ عمل اور سائنٹفک ہے۔ لیکن جب میں اپنے مسلم دانشوروں سے یہ سوال کرتا ہوں کہ یہ قابلِ عمل دستور، خلافتِ علیؑ کے بعد کب کب اور کہاں کہاں نافذ العمل رہا اور اگر کہیں نہیں تو کیوں؟ تو مجھے کمیونسٹ، بے دین تو

Marfat.com

قرار دے دیا جاتا ہے لیکن کوئی ایسا جواب نہیں ملتا جس سے میری تلاش کو منزل کا نشان مل سکے۔ میری الجھنوں میں اسوقت اور اضافہ ہوتا ہے جب مسلم ریاستوں کو اسلامی مملکت اور مسلم سلاطین یا آمروں کو اسلامی سربراہ کہا جاتا ہے۔ میں جستجو کے صحراؤں میں تنہا کھڑا ہوں۔ دین فطرت مجھے زیادہ تر شہنشاہیت، ملوکیت یا آمریت کی نفسانی خواہشات کے شکنجوں میں اسیر نظر آرہا ہے۔

" ہے کوئی جو میری مدد کرے "

مندرجہ بالا اقتباسات کو نقل کرنے کا مقصد، جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، یہی ہے کہ میری فکر کی اساس صرف عقیدے پر نہیں بلکہ میرا عقیدہ دلیل و برہان پر ہے جو مجھے اپنے بھائی جان سے ملا ہے۔ بچپن سے ہمیں یہی بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو بغیر سوچے سمجھے مان لو۔ بس وہ ہے، سو ہے۔ اسے بے چون وچرا تسلیم کرو اور ہم نے یہی کچھ کیا لیکن بھائی جان کہتے ہیں کہ دلائل و برہان logic & reasons کے اس دور میں معترضین کے جوابات دینے پڑتے ہیں اس لئے خدا کے وجود کے دلائل جاننا ضروری ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا کے مادی وجود کی توجیہات تلاش کرنا تو فعل عبث ہے لیکن اس کے وجود کے ثبوت کے لئے دلائل موجود ہیں۔ شاید ان کا یہ شعر اسی فکر کی ترجمانی ہے؛

اندھی عقیدتوں کا خدا میرا رب نہیں
محرابِ فکر میں میرا سجدہ قبول کر

بھائی جان اور میرے درمیان ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ تھا۔ معاف کیجئے میں نے غلط کہا۔ خدا نہ کرے میرے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ ہو۔ میں یہ عرض کرنا چاہتی تھی کہ بھائی جان لندن میں رہتے ہیں اور میں ان دنوں لیسٹر شہر Leceister میں Leceister ۔ Sunrise Radio پر کام کر رہی تھی (یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ لیسٹر کے سن رائز ریڈیو کا لندن کے سن رائز سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں نے ٹیلیفون پر بھائی جان کو بتایا کہ میں ریڈیو پر دس دن تک "کربلا۔ تاریخ کے

Marfat.com

کے آئینے میں " نشر کرنے کی اجازت حاصل کر چکی ہوں تو انہوں نے پہلے تو ڈھیر ساری دعائیں دیں اور پھر ان کا لیکچر شروع ہو گیا۔

"صراطِ منزل کا دیباچہ پھر پڑھو۔ چند معتبر کتابیں بھیج رہا ہوں۔ وقت کم ہے اس لئے مطلوبہ حصّے پڑھ لو۔ مولانا مودودی کی " خلافت و ملوکیت " اور " ابو ذر غفاری " اپنے شہر کی لائبریری سے حاصل کرنے کی کوشش کرو میں بھی ڈھونڈتا ہوں۔ اللہ نے تمہیں موقع دیا ہے کہ تم اسلام اور انسانیت کے محسنِ اعظم امام حسینؑ کی صحیح تاریخ اور ان کے مقصدِ شہادت کو بنی نوع انسان تک پہنچا سکو۔ یاد رکھنا تمہیں بہت احتیاط اور غیر جانبداری سے کام لینا ہو گا۔"

میں بھائی جان کی excitement اور طرزِ تخاطب پر حیران تھی۔ میں نے کہا:

" بھائی جان آج آپ کا بات کرنے کا انداز کیوں بدلا ہوا ہے۔ یہ آپ کی بات چیت میں آپ، جناب یا تم کیوں آگیا؟ کیا میرا فیصلہ غلط ہے ؟"

بھائی جان اپنے روزمرہ کے انداز پر آگئے۔

"اری پگلی کہیں کی، تیرا فیصلہ غلط نہیں ہے البتہ تو نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس کی تیاری کے لئے وقت کم ہے۔ اس موضوع پر زبان کھولنے سے پہلے تجھے چار چھ ماہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ خیر اللہ مالک ہے۔ جس نے تجھے ایک تقریباً ناممکن کام کی اجازت دلائی ہے وہی تیری مدد بھی کرے گا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ برطانیہ کے ریڈیو سٹیشن سے دس دن یا حسینؑ، یا حسینؑ کی صدائیں بلند ہو سکتی ہیں۔

محرّم شروع ہونے میں صرف ایک ہفتہ باقی تھا۔ جتنی کتابیں اور احکامات مجھے ملے تھے اس کی تکمیل اور مطالعہ کی لئے واقعی وقت کم تھا۔ صراطِ منزل کے دیباچے کو میں نے دوبارہ پڑھا۔ اور واقعی اس دیباچے کو دو تین بار پڑھنے کے بعد میرے ذہن میں خاکہ مکمل ہو گیا۔ اس دیباچے کے کچھ اقتباسات میں نقل کر چکی ہوں۔ وہ حصہ جس

Marfat.com

نے امام حسینؑ کی قربانی کی مقصدیت میرے ذہن میں اجاگر کی وہ یوں ہے؛
"میں نے خدا کو نہیں دیکھا۔ میں عرفانِ خداوندی کا دعویدار بھی نہیں۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد میرے پیشِ نظر ہے "ماعرفناکَ حقَ معرفتکَ" لیکن میں خدا کو مانتا ہوں۔ میرے پاس اس کے وجود کی ایک ناقابلِ تردید دلیل ہے یعنی حسینؑ۔ نواسہ، رسولؐ حسینؑ، فرزند مرتضیٰ حسینؑ، انسانِ کامل حسینؑ، سرچشمہ، شعور و اتحاد حسینؑ، ترقی پسند بلکہ مرکزِ ترقی حسینؑ جس نے ملوکیت کو تسلیم نہیں کیا۔ ظلم کو تسلیم نہیں کیا۔ استحصال کو برداشت نہیں کیا۔ صداقتوں کو زندگی دی۔ جس نے اللہ کی حاکمیت کے مقابلے میں کسی کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کیا۔

کروڑوں انسان خدا کے منکر ہیں اور وہ کسی استدلال سے مطمئن نہیں ہوتے۔ رسولوں پر حتیٰ کہ پیغمبرِ آخر الزماں پر منکرین نے الزامات لگائے۔ خلقِ خدا کی ایک کثیر تعداد نے ان کی ساری زندگی کو سچائی اور صرف سچائی دیکھنے کے باوجود آنحضرت کی رسالت کا اقرار نہیں کیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں اختلافِ آرا نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ جس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت لی جارہی تھی اسی وقت ممتاز اصحاب رسول حضرت بریدا ابن خظیب اسلمیؓ، حضرت ابو رافعؓ، حضرت ابو الاسودؒ مدینہ کی گلیوں میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں ہی حضرت عمار یاسرؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت سلمانؓ فارسی جنہیں حضورؐ نے "من اہل بیتی" کی سند نجات عطا کی تھی، کی آراء نظر آتی ہیں۔ وہ لوگ جو اسلام نہیں لائے وہ تو درکنار، خود مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد نے صادقِ اکمل نبیِ کریم کی زبانِ مبارک سے بار بار علیؑ سے فضائل سننے کے باوجود حضرت علیؑ کو غیر متنازعہ مقام

Marfat.com

نہیں دیا۔ لیکن حسینؑ کی ذات گرامی بھی غیر متنازعہ ہے اور ان کا کردار بھی۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ حسینؑ اس مرکز کا نام ہے جہاں اسلام کے مختلف مکاتیب فکر ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے انسانیت متحد ہو سکتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

حسینؑ نے کہا یزید ایک فرد نہیں، ملوکیت کا نام ہے یزید ظلم و استبداد کا نام ہے، انسانی اقدار کی پامالی کا نام ہے، مجھ جیسے یزید جیسے کی بیعت نہیں کرتے۔

اسلام کا نعرہ تھا غلاموں کو آزاد کرو، یزید نے اس دور کے سارے مسلمانوں کے گلے میں طوقِ غلامی ڈال دیا تھا۔ اسلام کا فرمان تھا سب انسان برابر ہیں، یزید نے انسانوں میں درجہ بندی کر دی تھی، حدودِ بندہ و آقا متعین کر دی تھیں۔ اسلام استحصال کے خلاف تھا، یزید پوری امتِ مسلمہ کا استحصال کر رہا تھا۔

حسینؑ نے اس ظلم کے پہاڑ سے ٹکر لی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور میری سمجھ میں آگیا کہ انسان حق پر ہو تو ظلم کے پہاڑوں سے ٹکرا سکتا ہے۔ میں نے جان لیا کہ صداقت حسینیت ہے اور حسینیت صداقت ہے۔ ظلم، جبر، آمریت میرے نزدیک یزیدیت کی علامتیں ہیں اور مظلومیت، صبر، ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا یا ظلم سے ٹکرا کر مر جانا حسینیت ہے۔

حسینؑ نے کہا خدا ہے اور میں نے مان لیا کہ خدا ہے۔

اگر حسینؑ نہ ہوتے تو میری کیا بساط، کسی کو بھی عرفان رسولؐ ہوتا نہ اقرارِ وجودِ خدا۔ اس ساری عمارت یا ان ساری عمارتوں کی بنیاد حسینؑ ہیں۔ رسولِ اکرم کا ارشاد "انا من الحسینؑ" کربلا میں سمجھ میں آتا ہے۔ پس میرا یقین بلندی کی طرف سے پستی کی طرف نہیں آتا بلکہ پستی سے بلندی کی طرف سفر کرتا ہے۔ میرا سفر منزل سے راہگذر

Marfat.com

کی طرف نہیں بلکہ رہگذر سے منزل کی طرف جاری ہے۔شاید اسی لئے منزل میری نظر میں واضح ہے۔

خدا کا تصور ہر شخص کے ذہن میں اس کی اپنی بساطِ فکر کے مطابق ہے گویا خدا ایک ہے مگر ہر شخص کا اپنا تصور ہے۔ میرا خدا میرے اپنے تصوّر کا خدا نہیں رسول اکرمؐ اور حسینؑ کا خدا میرا خدا ہے۔ حسینؑ محسن انسانیت ہے۔ حسینؑ کا رسول، میرا ہادی اور حسینؑ کا مسلک میرا رہبر ہے۔اسی لئے میری نظر میں؛

اِک دور کا شہید، نہ اک عصر کا امام
ہر دور کے یزید کی تسخیر ہے، حسینؑ

مذکورہ بالا تحریر کو غور سے پڑھنے کے بعد مجھے یوں لگا جیسے کربلا ایک نئے زاوے سے میری سمجھ میں آگئی ہو۔میں نے دوسری کتابوں کو بھی پڑھا اور ذہن میں تانے بانے بننے لگی۔ محرم سے دو دن قبل نصف شب کے قریب بھائی جان نے تقریباً ۵۲ منٹ تک ٹیلیفون پر میری حوصلہ افزائی کی اور آخر میں کہا۔

کل شام پھر ٹیلیفون کروں گا۔اعتماد کے ساتھ لکھو، تمہارے پاس بہت مواد ہے۔پہلی محرم کو جو کچھ ایر(Air) پر جانا ہے وہ کل سنانا

اور اگلے دن جب میں نے پہلی محرم کا پروگرام ٹیلیفون پر بھائی جان کو سنایا تو میری توقعات کے خلاف انہوں نے کوئی غلطی نہیں نکالی بلکہ مجھے بہت دعائیں دیں۔میں نے سہما کر پوچھا۔

"بھائی جان کیا واقعی پروگرام ٹھیک لکھا ہے میں نے ؟آپ نے کوئی غلطی نہیں نکالی ؟میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ مذہب کے مسائل پیچیدہ ہوتے ہیں اور اور میرے پاس مذہب کا علم ہے اور نہ ہی میں نے مذہبی امور پر کبھی قلم اٹھایا ہے"

Marfat.com

بھائی جان نے ہنستے ہوئے کہا ہے۔

تو کیا سمجھتی ہے کہ میں ہر جگہ غلطی نکالتا ہوں۔ارے پگلی جب تو نے کوئی غلطی کی ہی نہیں تو غلطی کیسے نکالتا۔بس یوں سمجھ لے کہ یہ اتفاق کی بات ہے تو نے کوئی حماقت نہیں کی۔ہاں البتہ ایک حماقت کر رہی ہے کہ پروگرام کا عنوان خود ہی "کربلا۔تاریخ کے آئینے میں" رکھا اور خود ہی اسے خالصتاً مذہب کا لباس پہنا رہی ہے۔ گڑیا میری ایک بات سمجھ لے۔اسلام کے مفکرین یہی غلطی کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کو صرف نواسہ ء رسول کی حیثیت دے کر ان کا ذکر کرتے ہیں اور دنیائے انسانیت حسینؑ کو اسلام کے ایک ہیرو کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔میں کہتا ہوں تو اپنے پروگرام میں حسینؑ کو عالمِ انسانیت کے محسن کی حیثیت سے، صرف تاریخی تناظر میں بیان کر، جو تیرا موضوع ہے۔جب دنیا یہ مان لے کہ حسینؑ سے زیادہ بنی نوع انسان پر کسی کا احسان نہیں تو پھر یہ خود بخود سامنے آئے گا کہ حسینؑ، پروردہ ء آغوشِ رسولِ اسلام تھے اور ان کا مشن، ان کا مقصدِ قربانی، اسلام کے اصولوں کا تحفظ تھا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے بہترین ضابطہ ء حیات بھی ہیں۔

ایک طرف تو میرے ذہن میں جو خیالات الجھے ہوئے تھے وہ صاف ہو گئے دوسری طرف پہلی محرّم کا جو پروگرام میں نے لکھا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح نکلا۔میرے حوصلے بلند ہو گئے۔مجھے راستہ صاف نظر آنے لگا۔پھر یہ معمول بن گیا کہ ہر رات کو میں ٹیلیفون پر اپنا پروگرام بھائی جان کو سناتی اور اکثر مجھے داد ملتی، شاید میری حوصلہ افزائی کے لئے۔

میں تیسری محرم کے لئے پروگرام لکھ رہی تھی۔مجھے یہ تو معلوم تھا کہ تیسری محرّم کو یزیدی لشکر نے امام حسینؑ کے خیمے دریائے فرات کے کنارے سے ہٹوا کر دور تپتے صحرا میں نصب کرا دئے تھے۔لیکن اس بات میں ریڈیائی تاثر کیسے پیدا ہو؟ یہ بات

Marfat.com

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ظاہر ہے کہ بات تاریخ کے حوالے سے ہی کرنی تھی۔اچانک مجھے یاد آیا کہ بھائی جان کی زیر طبع کتاب "مرثیہ نظم کی اصناف میں ۔۔" کا مسودہ میرے پاس ہے۔(جملہ ، معترضہ کے طور پر عرض کردوں کہ میں تحقیق کی طالبہ ہونے کی حیثیت سے کسی بھی شائع شدہ کتاب کے اصل مسودہ کی قدر و قیمت جانتی ہوں لہذا بھائی جان کی ساری کتابوں کے مسودے ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں نے جمع کرلئے ہیں) "مرثیہ نظم کی اصناف میں ۔۔" تادم تحریر شائع نہیں ہوئی ہے پہلے تو سوچا کہ جو کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی ہے اس میں سے کچھ براڈکاسٹ کرنا شاید مناسب نہ ہو لیکن جب کوئی راستہ نہ ملا تو اس کتاب کے ابتدائی تین چار پیرے گراف نقل کرکے میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کیا۔

بھائی جان کے لکھنے کا انداز عام روش سے ہٹ کر ہے۔"مرثیہ نظم کی اصناف میں ۔۔" اگرچہ جدید مرثیے پر ایک تحقیقی کتاب ہے لیکن بھائی جان نے کتاب کا آغاز تیسری محرم کے واقعہ سے کیا ہے۔کربلا میں تیسری محرم کے واقعات اور جدید مرثیے پر ادب کے حوالے سے گفتگو میں بظاہر کوئی ربط نظر نہیں آتا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کتاب کی ابتدا شاید اس سے بہتر انداز میں نہیں ہو سکتی تھی۔

بہر حال جب میں نے حسب معمول یہ پروگرام بھائی جان کو سنایا تو بہت ہنسے اور کہنے لگے؛

"پہلے تو میرا ذخیرہ ، الفاظ اپنی تحریروں میں استعمال کرتی تھی ، اب ڈاکے ڈالنے شروع کر دئے ہیں۔ایک کتاب جو ابھی چھپی بھی نہیں اس کے چار پیرا گراف کھا گئی تو؟"

میں نے کہا؛

"میں تو شعوری کوشش کر رہی ہوں کہ آپ کا سٹائل ، آپ کا اندازِ تحریر اپناؤں۔آپ ہی تو کہتے ہیں کہ آپ مجھے اپنا ادبی وارث بنانا

Marfat.com

بنانا چاہتے ہیں۔"

بھائی جان نے خوش دلی سے کہا۔"

"مگر تو نے تو میری زندگی میں ہی وراثت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا" اور پھر بولے ۔۔۔

"چلو معاف کیا، تو بھی کیا یاد کرے گی۔

ویسے اچھا کیا تو نے، محرم کی تیسری تاریخ پر گفتگو کے لئے بہت مناسب ابتدا کی ہے"۔

یہ تھی پروگرام نشر کرنے سے پہلے کی کہانی۔

.....

Marfat.com

کیا کھویا، کیا پایا

جو کچھ دیا ہے تو نے دیا سبطِ مصطفیٰؐ
جو کچھ ملا ہے، تیرے تصدق ملا، حسینؑ
(صراطِ منزل)

Marfat.com

حسینؑ

مظلوم وصابر و شہِ دلگیر ہے، حسینؑ
انسانیت کے نام کی توقیر ہے، حسینؑ

احساں ہے انبیاء پہ ، محمدؐ کے لال کا
ذبحِ عظیم خواب تھا، تعبیر ہے، حسینؑ

اک دور کا شہید نہ اک عصر کا، اَمام
ہر دور کے یزید کی تسخیر ہے حسینؑ

(صراطِ منزل)

Marfat.com

"کیا کھویا، کیا پایا" میرے پروگرام "آئینہ" کا ایک ذیلی عنوان sub title ہے جس کے تحت میں اپنے سامعین (Listeners) سے یہ گفتگو کرتی ہوں کہ وہ زندگی میں کیا بننا چاہتے تھے اور کیا بن گئے۔ بہ الفاظِ دگر انہوں نے زندگی میں کیا کھویا، کیا پایا۔ اس عنوان کے تحت طرح طرح کے واقعات سننے کو ملتے ہیں۔ بعض لوگ air پر آکر اور بعض off the air بتاتے ہیں کہ کس طرح ان کی کسی ایک غلطی نے ان کی زندگی، ان کا مستقبل، سب کچھ برباد کر دیا۔ میرے سامنے جو پروگرام تھا اس کی ٹھوس بنیاد بن چکی تھی لیکن کبھی کبھی سوچتی تھی کہ مجھ سے پہلے آج تک کسی نے یہ کوشش کیوں نہیں کی؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پروگرام پر اتنے اعتراضات ہوں کہ جواب دینا مشکل ہو جائے۔ محرّم کی چاند رات کو میں نے بھائی جان سے یہ سوال کر ہی لیا۔ بھائی جان نے میری بات کو سنجیدگی سے سنا اور کہنے لگے۔

"شبانہ، رِزق کس کے ہاتھ میں ہے؟"

میں نے کہا؛ "اللہ کے۔"

پھر پوچھا؛ "عزّت و ذلّت کس کے ہاتھ میں ہے؟"

میں نے جواب دیا؛ "اللہ کے۔"

کہنے لگے؛ "تو پھر تجھے کس بات کی پریشانی ہے؟" اور میرا حوصلہ بلند ہو گیا۔

میں نے پہلی محرّم کا پراگرام نشر کیا۔ میرے سننے والوں میں کثرت غیر مسلم حضرات کی تھی۔ میں اندازہ نہیں کر سکتی تھی کہ سامعین کا کیا ردِ عمل ہو گا۔ محرم کے پروگرام کا حصہ مکمل کرنے کے بعد میں اپنے روزمرّہ کے پراگرام "آئینہ" پر چلی گئی۔ Telephone lines کھول دی گئیں۔ برطانیہ میں کمرشل ریڈیوز پر ان براڈکاسٹرز Broadcasters کے programmes میں جن پر انتظامیہ کو یقین ہوتا ہے کہ وہ سننے والوں کو live براہ راست گفتگو میں handle کر سکیں گے Telephone lines کھول دی جاتی ہیں تاکہ سننے والے براڈکاسٹر سے براہ راست بات چیت کر سکیں۔ یہ مرحلہ برصغیر کے قومی ریڈیو سٹیشنوں پر پروگرام نشر کرنے کے مقابلے میں ذرا سخت ہوتا ہے اس لئے کہ کوئی سننے والا ٹیلیفون پر آکر کیا بات کر دے،

Marfat.com

اس کا پہلے سے اندازہ نہیں ہوتا لہذا براڈکاسٹر کو بہت حاضر دماغ اور چاق وچوبند رہنا پڑتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو براڈکاسٹر اپنے پروگرام کا لفظ بہ لفظ سکرپٹ لکھ کر لاتے ہیں انہیں دشواری ہوتی ہے اور اس لئے انہیں انتظامیہ عام طور پر ٹیلیفون لائنیں کھولنے کی اجازت نہیں دیتی۔پہلی محرم کے بیس منٹ کے پروگرام کے بعد میں نے ٹیلیفون کی لائنیں کھولیں تو ڈیڑھ گھنٹے میں پچیس تیس ٹیلیفون آئے جن میں زیادہ تعداد غیر مسلم خواتین اور مردوں کی تھی۔ہر شخص نے یہی کہا کہ ہم کربلا کی تاریخ تفصیل سے سننا چاہتے ہیں۔آپ پروگرام کا وقت بڑھائیے۔اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔محرم کے پروگرام کا حصہ مکمل کرنے کے بعد مجھے اپنا روزمرہ کا پروگرام "آئینہ" آگے بڑھانا دشوار ہو جاتا تھا اس لئے کہ ٹیلیفون کرنے والے سارا وقت لے لیتے تھے اور On Air ہی نہیں Off the Air بھی سارے سوالات کربلا کی تاریخ سے متعلق ہوتے تھے۔
میں کربلا پر گفتگو کے دوران ایک نوحہ؛

زہراؑ تیری دعا ہے زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں پر عباسؑ کا علم ہے

پس منظر میں بجایا کرتی تھی۔بہت سی ہندو خواتین نے مجھ سے کہا کہ میں انہیں یہ "شبد" کیسٹ پر ٹرانسفر کردوں۔کچھ لوگ اسے Religious song کہتے تھے۔بہت سی ہندو خواتین نے اس نوحے کے کیسٹ مجھ سے حاصل کئے۔

ٹیلیفون کرنے والوں میں ہندو مسلم کی تخصیص نہیں تھی لیکن ایک روز ایک مسلمان خاتون مسز قریشی کا ٹیلیفون آیا۔انہوں نے کہا؛

"شبانہ بہن جب آپ نے یہ ذکر کیا کہ امام حسینؑ کے چھ ماہ کے دودھ پیتے بچے علیؑ اصغر کے گلے میں تیر لگا تو میرے سامنے میری چھ ماہ کی بچی لیٹی ہوئی تھی جسے میں نے بے ساختہ اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا اور میں بہت روئی۔شبانہ بہن میں آپ کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ آج سے پہلے کربلا کے واقعات پر کبھی میری آنکھوں میں آنسو نہیں آئے لیکن آپ نے جس درد سے آج یہ ذکر کیا اس پر میں آنسو نہ روک سکی۔۔

Marfat.com

ہائے امام حسینؑ اور علیؑ اصغر کی ماں نے کیسے برداشت کیا ہوگا۔ اللہ اللہ کربلا میں امام حسینؑ نے کیسے کیسے صدمے اٹھائے ہیں ؟ شبانہ بہن خدا کے لئے ہمیں اور بتائیے، حالات کو اور تفصیل سے سنائیے۔ مجھے آج شرم آرہی ہے کہ مسلمان ہوں اور میں نے کبھی کربلا کے واقعات کو جاننے کی کوشش نہیں کی، میں نے کبھی اپنے رسول پاک کو ان کے نواسے کا پرسہ نہیں دیا۔"

خاتون زار و قطار رو رہی تھیں اور میں سوچ رہی تھی کہ مسلمان اس قربانی سے کتنے ناواقف ہیں جس نے ان کا دین بچایا۔ اگر امام حسینؑ اپنی قربانی نہ دیتے تو آج (خاکم بہ دہن) وہ اسلام ہمارے سامنے ہوتا جو شہنشاہیت کا اسلام تھا۔ یزید کا اسلام تھا

ایک اور مسلمان خاتون بیگم فاروقی نے ٹیلیفون پر کہا؛

"شبانہ بہن، جب ہم چھوٹے تھے تو ہماری اماں ہمیں محرّم کے دس دن تک ریڈیو نہیں سننے دیا کرتی تھیں۔ ہم سینما نہیں جاسکتے تھے۔ کسی کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ عاشور کے دن ہمارے میں ختم شریف ہوا کرتا تھا لیکن ایمانداری کی بات ہے کہ ہم کربلا کے واقعات اس طرح نہیں جانتے تھے۔ یہ تو دل ہلا دینے والے واقعات ہیں۔ ہمیں کسی نے نہیں بتایا تھا کہ امام حسینؑ نے اسلام کے لئے اتنی قربانیاں دی ہیں، اتنے دکھ اٹھائے ہیں۔ شبانہ بہن تو میں اپنے ان Hero's کا ذکر بڑے فخر سے کرتی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے لئے کچھ کیا۔ آخر ہم اپنے اس ہیرو کا ذکر کیوں نہیں کرتے جس نے وہ کام کیا جو ساری انسانیت کے لئے ایک سبق ہے۔ شبانہ بہن، مجھے آپ کے پروگرام کے سارے کیسٹ چاہئیں۔ میں اپنے بچوں کو یہ واقعات زبانی یاد کرانا چاہتی ہوں تاکہ وہ خود کو حسینؑ کا وارث کہہ سکیں اور سر اٹھا کر جی سکیں"۔

ایک اور ہندو Listener مسز پٹیل کربلا کی تاریخ سننے کے بعد ہر روز جب

Marfat.com

بھی ٹیلیفون کرتیں، پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہوتی تھیں۔ایک روز انہوں نے بتایا کہ جس روز میں نے عون و محمد (زینبؑ کے معصوم بچوں) کی شہادت کا ذکر کیا، وہ گھبرا کر اپنے بچوں کے سکول گئیں اور جب ان کے دس اور بارہ سال کے بچے سکول سے نکلے تو انہوں نے اپنے بچوں کو اپنی باہنوں میں سمیٹ لیا اور پھوٹ پھوٹ کر سر عام رونے لگیں۔بچوں کو گھر لائیں اور انہیں عون و محمد کی شہادت کے واقعات کا کیسٹ سنایا جو انہوں نے میرے پروگرام کو ریکارڈ کر کے تیار کیا تھا۔ کیسٹ ختم ہوا تو اپنے بچوں سے کہا؛

"دیکھو مسلمانوں کے امام حسینؑ کی بہن کے چھوٹے بچے کتنے بہادر تھے، کتنے مہان تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بھی اتنے ہی بہادر اور مہان بنو، بھگوان کے ایسے ہی سچے بھکشو بنو"۔

پروگرام کے دوران جو ٹیلیفون آتے رہے ان کا اندراج ممکن نہیں۔میں صرف چند واقعات لکھ رہی ہوں۔اس سلسلے میں ایک واقعہ ایسا ہے جو نصیحت آموز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ایک ہندو خاتون کی بچی جس سکول میں پڑھتی ہے اس میں اس کی ایک ہم جماعت لڑکی کا نام زینب ہے۔ایک روز یہ ہندو لڑکی سکول سے گھر آئی تو اس کی ماں نے اس سے پوچھا؛

"تمہاری ایک کلاس فیلو زینب ہے نا؟"

"(Yes Mum . She is a Muslim girl) ہاں ممی
وہ ایک مسلمان لڑکی ہے"

ماں نے کہا "شبانہ انٹی کا پروگرام سنو"

یہ بچی اکثر اپنی ماں سے کہتی تھی کہ شبانہ انٹی کا پروگرام ریکارڈ کر لیا کرو تاکہ میں سکول سے آکر سن سکوں۔اس کی ماں اس کے لئے کیسٹ تیار کر لیا کرتی تھی۔آج ماں نے پروگرام سننے کے لئے کہا تو بچی نے کیسٹ لیا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

ماں نے پھر کہا۔

"یہ کیسٹ میرے سامنے بیٹھ کر سنو"

Marfat.com

بچی نے کہا؛

"ممی میں اکیلے میں سنوں گی۔شبانہ انٹی کا پروگرام میں اکیلے میں سنتی ہوں تو مزا آتا ہے"

ماں نے اصرار کیا اور بچی کو جناب زینبؑ کے واقعات کا کیسٹ سنایا۔ماں بیٹی دونوں پروگرام سنتی رہیں اور روتی رہیں۔آخر ماں نے کہا؛

"کل زینب سے پوچھنا کہ وہ اپنے امام حسینؑ کی بہن زینبؑ کے متعلق کیا جانتی ہے"

دوسرے روز اس لڑکی نے اپنی ہم جماعت زینب سے پوچھا؛

"تمہارا نام زینب ہے۔کیا تم جانتی ہو کہ تمہارے امام حسینؑ کی بہن زینبؑ کون تھی" Do you know how great she was ?

مسلمان بچی زینب نے کہا۔

"نہیں میں زینبؑ کو نہیں جانتی۔مگر تم کیسے جانتی ہو ہمارے امام حسینؑ کی بہن کو۔تم تو ہندو ہو۔؟"

ہندو لڑکی نے جواب دیا۔

' So what if I am a Hindu?

Imam Husain fought for humanity"

مسز پٹیل نے جب مجھے یہ واقعہ سنایا تو مجھے اس مسلمان لڑکی زینب پر بڑا ترس آیا۔۔۔۔یا اللہ اب مسلمان بچے اس حد تک اپنے اسلاف کی تاریخ سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

میں نے یکم محرم سے تیسری محرم تک مسلسل پروگرام پیش کیا۔چوتھی اور پانچویں محرم ہفتہ اتوار میری چھٹی کے دن تھے۔اگرچہ میں تسلسل رکھنا چاہتی تھی اور لوگ بھی یہی اصرار کر رہے تھے مگر میں کسی دوسرے Presenter کو اس کے پروگرام سے محروم نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ میں نے اپنے listeners سے کہا کہ

Marfat.com

میں چھٹی محرم کو تین تاریخوں کا پروگرام اکٹھا پیش کروں گی۔ مجھے بیس پچیس منٹ روزانہ پروگرام کرنے کی اجازت ملی تھی لہذا قاعدے کی رو سے میں ساتویں محرم کو ساٹھ منٹ سے لے کر ۷۵ منٹ تک کا پروگرام دے سکتی تھی لیکن میں نے سارے واقعات کو ۴۰ منٹ میں سمیٹا۔ نہ صرف لیسٹر بلکہ کونٹری، نارتھ ہمپٹن، لیوٹن، وال سال، ولور ہیمپٹن، برمنگھم غرض مختلف شہروں سے جہاں جہاں میری آواز پہنچ رہی تھی وہاں وہاں سے لوگوں نے بہت سے ٹیلیفون کئے۔ لوگ رو رہے تھے۔ سٹوڈیو میں ٹیلفون وصول کرتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان تمام شہروں کے لوگ ایک مجلس میں بیٹھے ذکرِ حسینؑ سن رہے ہوں اور گریہ وزاری کر رہے ہوں۔ غمِ حسینؑ کی آفاقیت اور ہمہ گیری کا مظاہرہ میرے سامنے ہو رہا تھا۔

پروگرام ختم کر کے سٹوڈیو سے باہر آئی تو میرے سٹیشن ڈائرکٹر نے مجھ سے کہا۔

"شبانہ جی، اگر آپ mind نہ کریں تو please ایک گھنٹہ بعد میرے دفتر میں آئیں۔ آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"

میں دفتر پہنچی تو دیکھا کہ سٹیشن ڈائرکٹر کے علاوہ میرے ایک مسلمان بھائی جو پروگرام کنٹرولر تھے اور جنہیں میں احتراماً ۔۔ بھائی کہا کرتی تھی موجود تھے۔ موصوف ریڈیو پر Presenter بھی تھے اور "چشمِ بدور" اردو ہندی میں پروگرام بھی پیش کیا کرتے تھے اور "نغمہ" کو "نگمہ" "خوشی کو "کھوسی" وغیرہ کہا کرتے تھے۔ P.R کے ماہر تھے۔ شہر کی ہر دکان والا انہیں جانتا تھا اس لئے کہ وہ دکان دکان جا کر اپنے پروگرام کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ میری بد قسمتی کہ Sunrise Radio - Leceister کی پیشکش قبول کرنے سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ موصوف (۔۔ بھائی) گجراتی زبان بولنے والے سامعین میں "درِ نجف" تھے اور ان کے پروگرام کی دھوم تھی۔ میں نے ریڈیو join کیا تو صحیح تلفظ کے ساتھ اردو ہندی زبانوں میں براڈکاسٹنگ شروع کر دی۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ اس ننھے سے بے ضرر دئے کی وجہ سے کچھ چراغ بجھ گئے تھے البتہ ایک حیرت انگیز تجربہ مجھے ضرور ہوا تھا کہ اردو زبان کو پوری طرح نہ سمجھنے والے گجراتی سامعین نے بھی جب اردو کو صحیح تلفظ میں سنا تو مجھے بہت پسند کرنے لگے

Marfat.com

یہ اندازہ مجھے لیسٹر(Leceister) آکر ہوا کہ اردو زبان میں کتنی چاشنی ہے ۔جملہ ، معترضہ کی معذرت ، بات ہو رہی تھی کہ میں دفتر پہنچی تو معلوم ہوا کہ سٹیشن ڈائرکٹر کے علاوہ دفتر میں عالی جناب پروگرام کنٹرولر "۔۔۔۔۔ بھائی" بھی موجود تھے ۔ سٹیشن ڈائرکٹر نے بڑے اخلاق سے میرے پروگرام کی تعریف کی اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ میں بغیر موسیقی کے اتنی دیر تک بات کرتی رہتی ہوں اور لوگ اسے پسند کرتے ہیں ۔ پھر انہوں نے بڑے اخلاق سے کہا؛

"شبانہ جی ، مجھے آپ سے اتنی سی شکایت ہے کہ ہم نے آپ کو محرّم کے پروگرام کی اجازت دی تھی مگر آپ نے ڈسپلن کا خیال نہ رکھا اور پروگرام کنٹرولر کو اطلاع نہیں دی ۔"

میں نے عالی جناب پروگرام کنٹرولر "۔۔ بھائی" کی طرف دیکھا ۔ ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات تھے ۔ میں نے کہا؛

"۔۔۔ بھائی" موجود ہیں ، ان سے پوچھ لیجئے کہ میں نے انہیں ایک سے زیادہ مرتبہ اطلاع دی تھی یا نہیں ؟"

غالباً "۔۔۔ بھائی" کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ سٹیشن ڈائرکٹر براہ راست مجھ سے وہ بات پوچھ لیں گے جس پر "۔۔۔ بھائی" نے شکایات کی عمارت تعمیر کی تھی ۔ میں نے جب سچی بات کہی تو سٹیشن ڈائرکٹر نے ان کی طرف دیکھا ۔ پروگرام کنٹرولر صاحب بہادر نے سٹیشن ڈائرکٹر کی نظر سے نظر نہ ملاتے ہوئے بڑے غصے اور حقارت سے میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا؛

"جی یہ آپ چالیس چالیس منٹ تک Air پر کیا کرتی رہتی ہیں ۔ بیس پچیس منٹ اور چالیس منٹ میں بہت فرق ہوتا ہے ۔"

مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ جس پروگرم کو ریڈیو کے ہندو مالکان (ڈائرکٹرز) اور مسلمانوں سے زیادہ ہندو اور سکھ سننے والے بے حد پسند کر رہے تھے اس پر ایک مسلمان کو اعتراض تھا اور وہ بھی اس کی duration پر ۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حسد بول رہا ہے یا خون ؟ بہرحال میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے "۔۔ بھائی

Marfat.com

سے کہا؛

"جی آج میں نے ۴، ۵، اور ۶ محرم کا پراگرام اکٹھا پیش کیا تھا اس لئے آج کا پروگرام چالیس منٹ کا تھا مگر آپ Telephone calls تو monitor کر رہے ہونگے ۔ کیا آپ کو اندازہ نہیں ہوا کہ لوگ اس پروگرام کو کتنی دلچسپی سے سن رہے ہیں"

پروگرام کنٹرولر خاموش رہے ۔ انہوں نے فریادی نظروں سے سٹیشن ڈائرکٹر کی طرف دیکھا۔ سٹیشن ڈائرکٹر صاحب نے بڑے تذبذب کے انداز میں کہا؛

"شبانہ جی، ہمیں معلوم ہے اس پروگرام کی بہت شہرت ہوئی ہے اور لوگ بڑی دلچسپی سے یہ پروگرام سنتے ہیں لیکن اس پروگرام پر ایک complaint بھی ملی ہے ۔ آخر ایک complaint بھی کیوں آئے؟"

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

"میں آپ کی بات سمجھ گئی ۔ اس کے دو حل ہیں ۔ ایک تو یہ کہ آپ بتائیں کیا complaint آئی ہے تاکہ میں کل کے پروگرام میں اس کی وضاحت کردوں اور دوسرا حل یہ ہے کہ کل سے اس پروگرام کو بند کردوں ۔ میرا خیال ہے پروگرام کنٹرولر صاحب دوسری تجویز سے اتفاق کریں گے"

وہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر بولے ۔

"شبانہ جی، Please don,t take it personal آپ کی ذات سے اس کا تعلق نہیں ہے مگر ہم یہ پروگرام اگر بند ۔۔"

اور الفاظ ان کے حلق میں اٹک گئے ۔

میں نے "بہت اچھا" کہا اور چلی آئی ۔

ساتویں محرم کو میں نے اپنے پروگرام "آئینہ" کی Signature tune سے پروگرام کا آغاز کرنا چاہا کہ ساری ٹیلیفون لائنیں جگمگانے لگیں ۔ میں نے پروگرام شروع کرکے

Marfat.com

ایک فلمی نغمہ بجانا شروع کیا اور ٹیلیفون اٹھایا۔
ایک ، دو ، تین ۔ ہر شخص مجھ پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں نے اچانک محرّم کا پروگروم کیوں بند کر دیا۔ میں نے ٹیلیفون وصول کرنے بند کر دئے اور پروگروم آئنیہ کرتی رہی سننے والوں کا رخ انتظامیہ کی طرف ہو گیا۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد ہمارے سٹیشن ڈائرکٹر کچھ گھبرائے ہوئے سے سٹوڈیو میں داخل ہوئے اور مجھ سے کہا؛

"شبانہ جی، آپ کے fans نے ہماری زندگی حرام کر دی ہے ۔ اب تک پچاس سے زیادہ ٹیلیفون وصول کر چکا ہوں ۔ آپ فوراً air پر announce کر دیں کہ کل سے آپ محرّم کا پروگرام نشر کریں گی۔

اور آخر کار میں نے نو اور دس محرم کا پروگرام بھی نشر کیا۔ دس محرّم میری نظر میں ، غمِ حسینؑ منانے کا دن ہے ، مقصدِ قربانی ۔ حسینؑ کو یاد کرنے کا دن ہے ۔ رسول اکرم ، مولا مشکلکشا اور شہزادی ۔ کونین کو پرسہ دینے کا دن ہے ، سوگ منانے کا دن ہے اس لئے میں دسویں محرّم کو کام نہیں کرتی ۔ چنانچہ دسویں محرّم یعنی یعنی شہادتِ حسینؑ کا ذکر میں نے نویں محرّم کے پروگرام میں کر دیا تھا۔

اگرچہ نویں اور دسویں محرّم کو میں نے "کربلا ۔ تاریخ کے آئینے میں" نشر کیا لیکن پروگرام کنٹرولر "۔۔ بھائی" کے رویے سے میں دل برداشتہ ہوئی ۔ اس لئے بھی کہ میں بڑی نیک نیتی کے ساتھ ، باقاعدہ اجازت لینے کے بعد ، ایک کامیاب پروگرام کر رہی تھی ۔ اگر "۔۔ بھائی" کو کوئی اعتراض تھا تو مجھ سے کہتے نہ کہ انہوں نے پروگرام کو بند کرانا چاہا ۔ دوسرے یہ کہ میں سچے دل سے "۔۔ بھائی" کو بھائی کہا تھا اور میں رشتوں کا بہت احترام کرتی ہوں ، خواہ وہ خون کے رشتے ہوں یا دل سے قبول کئے ہوئے رشتے ۔ میں اپنی ذات سے آج بھی "۔۔ بھائی" کا احترام کرتی ہوں مگر مجھے یہ محسوس ہو گیا تھا کہ اب میں وہاں اس خوش دلی سے کام نہیں کر سکوں گی جو میرا طریق ہے۔

سن رائز ریڈیو ۔ لیسٹر کے چیف ایگزیکٹو مسٹر راج سنگھ بہت اچھے administrator اور بہت صاف ستھرے انسان ہیں ۔ جب تک چیف ایگزیکٹو کی

Marfat.com

حیثیت سے انتظام ان کے ہاتھ میں رہا، اس ریڈیو سٹیشن پر ماحول بہت خوشگوار رہا لیکن محرّم سے کچھ پہلے مسٹر راج سنگھ نے ایک اضافی ذمہ داری قبول کرلی تھی اور وہ ہمارے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ Z T.V لندن کے منتظم اعلیٰ بھی ہوگئے تھے اس لئے ان کا زیادہ وقت Z TV میں گذرنے لگا۔ ریڈیو سٹیشن کی بادشاہت ایک اور ڈائرکٹر صاحب کو مل گئی۔ میں آداب شہنشاہی سے ناواقف، اپنے کام سے کام رکھنے کی قائل تھی اور وہاں عقابوں کے نشیمن انسانوں کی خدائی اور حصول رزق کے سجدہ گذاروں کی زد پر آگئے تھے۔ میں قدم قدم پر یہ سجدہ نہ کر سکی اس لئے کہ میں اس ایک سجدے کی عادی تھی جو ہزاروں سجدوں سے نجات دیتا ہے۔ پس میں اپنے سٹیشن ڈائرکٹر کو اطلاع دے کر لندن چلی آئی۔

راج سنگھ نے جب سنا کہ میرا پروگرام انتہائی کامیاب ہونے کے باوجود اس پر کچھ اختلاف ہوا تھا تو انہوں نے مجھ سے بڑے اخلاق سے بات کی۔ میں "۔۔ بھائی" کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی لہذا مسٹر راج سنگھ کی ساری یقین دہانیوں کے باوجود میں نے انہیں بتایا کہ ان (راج سنگھ) کی عدم موجودگی میں لوگوں کے complexes کا میرے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ ایک مرتبہ راج سنگھ نے یہاں تک کہدیا کہ اگر کسی ایک فرد کو نوکری سے جواب دینے پر میں کام جاری رکھ سکتی ہوں تو وہ اس پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ راج سنگھ کے اور میرے درمیان کئی دن گفت و شنید جاری رہی لیکن، جیسا کہ عرض کیا، میں کسی کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ راج سنگھ جیسے شریف آدمی کو یک لخت مایوس بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخر کار کئی دنوں بعد دوستانہ فضا میں یہ طے ہوگیا کہ میں سن رائز ریڈیو، لیسٹر پر کام نہیں کروں گی اور راج سنگھ اس معاملے کو یہیں ختم کردیں گے۔

انہیں دنوں برمنگھم میں ایک نیا ریڈیو سٹیشن "ریڈیو XL " کے نام سے کھلنے والا تھا۔ اس ریڈیو سٹیشن کے Mr. Arun Bajaj . M.D اور پروگرام کنٹرولر Mr. Tony Inchley کی طرف سے مجھے پیشکش ہوئی تھی کہ میں Radio XL میں آجاؤں تو میں نے کہا تھا کہ سن رائز ریڈیو، لیسٹر کا لائسنس ۶، ستمبر

Marfat.com

کو ختم ہو رہا ہے اس لئے جب تک سن رائز چل رہا ہے میں Radio XL کی بہتر شرائط کے باوجود، سن رائز کو دھوکہ نہیں دوں گی۔ اگر آپ چاہیں گے تو میں ۶، ستمبر ۱۹۹۵ کے بعد آپ کے ریڈیو پر آسکتی ہوں۔ Mr. Arun Bajaj اور ٹونی دونوں نے اپنے ریڈیو کے ساتھ میری وفاداری (loyalty) کو بہت سراہا تھا۔

سن رائز سے فارغ ہوئی تو میرا خیال تھا کہ Radio XL والوں نے یقیناً اگر مستقل نہیں تو کم از کم ۶ ستمبر تک کے لئے کوئی انتظام کر لیا ہوگا۔ لہذا صرف یہ پوچھنے کے لئے کہ کیا Radio XL والے چاہتے ہیں کہ ستمبر ۱۹۹۵ء میں انہیں join کروں؟ تاکہ اگر مجھے کسی اور سٹیشن سے پیشکش ملے تو میں Radio XL سے کئے ہوئے وعدے کا خیال رکھوں، میں نے Mr. Arun Bajaj کو ٹیلیفون کیا۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ میں Leceister - Sunrise سے فارغ ہو گئی ہوں تو کہا "آپ ابھی چلی آئیے"۔ میں نے کہا۔ "میں لندن میں ہوں" کہنے لگے "ہم گاڑی بھیج دیتے ہیں" میں نے کہا "بہت شکریہ میں کل حاضر ہو جاؤں گی"۔

دوسرے دن میں Radio XL پہنچی تو معلوم ہوا سارے ڈائرکٹر حضرات کو معلوم ہو چکا تھا کہ شبانہ آرہی ہے۔ میرے پروگرام "کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں" کا یہاں بھی ذکر تھا۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ برمنگھم کے بہت سے listeners میرا پروگرام سننے کے لئے leceister ریڈیو tune کیا کرتے تھے لیکن یہاں آکر جو کچھ سنا اس سے دل کو ایک تقویت ملی کہ شاید میرے حضورؐ اور ان کی آل کی بارگاہ میں میری یہ عبادت کسی نہ کسی حد تک قبول ہو گئی ہے۔ مختصر یہ کہ میں دوپہر کو Radio XL پر کام حاصل کرنے کے لئے پہنچی تھی اور دوپہر بعد جب میں نے لندن کے لئے روانہ ہو رہی تھی تو میں Radio XL کی Team میں شامل ہو چکی تھی۔ Radio XL، اس کے ڈائرکٹرز، Mr. Arun Bajaj اور Mr. Tony Inchley سب نے مجھے بہت عزت دی تھی۔ Mr. Arun Bajaj کا ریڈیو سٹیشن کھولنے کا پہلا تجربہ تھا لیکن Mr.Tony Inchley پچیس سال سے زیادہ BBC پر کام کر چکے تھے۔ ایسے تجربہ کار اور جہاندیدہ شخص کی طرف سے حسنِ سلوک

Marfat.com

میرے لئے حوصلہ افزا تھا۔ میں نے Radio XL سے چار دن کا وقت مانگا تاکہ میں اپنے کام ختم کر کے ریڈیو پر کام شروع کر سکوں جسے انہوں نے مان لیا اور اسی روز سے ریڈیو پر announce کرنا شروع کر دیا کہ میں کس دن Join کر رہی ہوں۔

Radio XL کے اعلانات پر Leceister سے میری اچانک غیر حاضری پر میرے listeners جو شور مچا رہے تھے انہیں پتہ چل گیا کہ میں کہاں ہوں اور انہوں نے Radio XL سننا شروع کر دیا۔ یوں بھی۔ Sunrise Radio Leceister اب ایک گرتی ہوئی دیوار سے زیادہ نہیں تھا۔ میری اچانک علیحدگی نے سننے والوں کو اور مایوس کر دیا تھا۔ شاید اسی لئے جس دن پہلی بار میں برمنگھم میں air پر آئی تو مجھے برمنگھم سے زیادہ لیسٹر سے ٹیلیفون آئے۔

ہو سکتا ہے میرے محترم قارئین یہ سوچ رہے ہوں کہ میں نے کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں " کے ذکر کے ساتھ لیسٹر اور برمنگھم کے Radio Stations کا تذکرہ کیوں کیا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ میں اپنا اور اپنے اقدام کا محاسبہ کرنا چاہتی تھی کہ یورپ میں پہلی بار ریڈیو سے ذکرِ حسینؑ اور واقعات کربلا نشر کرنے کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس لئے میں نے اس گفتگو کا عنوان " کیا کھویا، کیا پایا " رکھا تھا۔ اب آپ اس نظر سے اس گفتگو، اس تحریر پر توجہ فرمائیں گے تو اندازہ لگا سکیں گے کہ اس پروگرام سے میرے ساتھ ساتھ ہر سننے والے نے بہت کچھ پایا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے تو بہت کچھ پالیا۔ بیروزگاری کے اس ملک میں، میری کم مائیگی کے باوجود، ایک کے بعد ایک ملازمت میرا انتظار کرتی ہے، یہ میرے مولا کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پروگرام سے مجھے جو عزت و تکریم، سکون قلب اور یقین کی دولت ملی اس کا اندازہ صرف میں ہی کر سکتی ہوں۔ میرے مولا نے مجھے یورپ میں عشرہ ء محرم میں ذکرِ حسینؑ کے سلسلے میں بارش کا وہ پہلا قطرہ بنا دیا جس کے بعد، انشاء اللہ، جل کے تھل بھر جائیں گے اور میرے بھائی جان کی پیش گوئی انشاء اللہ درست ثابت ہو گی اور کم از کم ایشیائی Radio Stations کو اس طرف سوچنا پڑے گا۔

یہ پروگرام نشر کر کے میں عجیب و غریب تجربات سے دوچار ہوئی ہوں اور میرا

Marfat.com

یقین اور پختہ ہو گیا ہے کہ کوئی بھی واقعہ، سانحہ یا حادثہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو، کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو، اگر دوھرایا نہ جائے تو رفتہ رفتہ اس کے نقوش دھندلے ہوتے جاتے ہیں ۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرائے گئے تو چند برسوں تک لوگ اس کی تفصیلات جانتے تھے ۔ چند برس مغربی اقوام کی بربریت موضوع بحث رہی لیکن آج یہ خونیں سانحہ، سوائے جاپانیوں کے، تاریخ کی چند سطروں میں سمٹ گیا ہے ۔ جاپانیوں کو اس لئے یاد ہے کہ وہ ہر سال اس کی یاد مناتے ہیں اور اس سے درس لیتے ہیں ۔

فرانسیسی مصنف مورس بکالے نے تسلیم کیا ہے کہ تین الہامی کتابیں تبدیل ہو گئی ہیں لیکن قرآن حکیم ابھی تک اپنی اصل شکل میں ہے ۔ مسلمان کی حیثیت سے میں اسے اعجازِ قرآن، صداقتِ قولِ رسولؐ، اللہ کا فرمان سمجھوں گی لیکن اگر اسے دنیاوی عقل کے پیمانوں پر بھی دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کی امانت کو قرآن کے حافظوں کے سینوں میں منتقل کرنے کا عمل مسلسل اور ان حافظوں کی مسلسل تلاوت (دوھرانا) وہ نعمت ہے کہ قرآن سینہ بہ سینہ محفوظ چلا آرہا ہے ۔ یہ حکم کہ " قرآن کی تلاوت کرو " اس میں شاید یہی مصلحتِ ربانی پوشیدہ ہے کہ بار بار دوھراتے رہو تاکہ یہ محفوظ رہے ۔

واقعاتِ کربلا بھی اگر ہر سال دوہرائے نہ جاتے تو سلاطین کی سازشیں ان واقعات کی شکل بدل دیتی ۔ شہنشاہوں کی کوششیں اسی لئے رائیگاں گئیں کہ یہ واقعات ہر سال دوہرائے جاتے رہے ہیں ۔ سپین میں ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کا زوال ہوا اور ربع صدی بھی نہیں گذری تھی کہ مسلمان کا ذکر بھی اس سرزمین سے مٹا دیا گیا ۔ علامہ اقبال اگر اپنی مشہور نظم " مسجدِ قرطبہ " نہ لکھتے تو کون جانے کوئی مسجد قرطبہ سے بھی واقف ہوتا کہ نہیں ۔ آخر سپین میں اور بھی تو مسجدیں ہیں لیکن کتنے لوگ جانتے ہیں ؟ مسلمانوں کی تاریخ میں تو چھ سو سال تک خود مسلم سلاطین نے کوششیں کی کہ واقعات کربلا اصل شکل میں باقی نہ رہیں اور حق و باطل کی اس جنگ کو دو شہزادوں کی جنگ کا نام دے دیا جائے ۔ لیکن جبر کے اس دور میں بھی جب بنی ہاشم اور سادات کو بغداد کی دیواروں میں زندہ چنوا دیا جاتا تھا یہ درد سینہ بہ سینہ آگے

Marfat.com

بڑھتا رہا۔ ذکرِ حسینؑ زبانوں سے دلوں میں منتقل ہو گیا مگر مٹایا نہ جا سکا۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں دین کی مبلغہ نہیں ہوں اور مذہب پر زبان کھولنا یا قلم اٹھانا میرا منصب نہیں ہے لیکن میں اس رسولؐ کی ماننے والی ہوں جس نے ارشاد کیا "علم حاصل کرو، خواہ تمہیں چین جانا پڑے" ---اس نبیؐ کی کنیز ہوں جس نے فرمایا؛ "تعقل کرو" ۔ میرے آقا نے زبان بندی نہیں کی بلکہ لوگوں کو زبان کھولنے کا حوصلہ اور شعور عطا کیا۔ جس دور میں راہب، پنڈت اور مذاہب کے ٹھیکیدار اپنی اپنی اجارہ داریاں قائم رکھنے کے لئے عام آدمی پر علم کے دروازے بند کر چکے تھے اس وقت اس "امی" لقب نے انسانیت پر علم کے دروازے کھول دئے اور خود کو "شہر علم" کہہ کر روشناس کرایا۔ صد حیف کہ آج خود مسلمان "اُمّی" کے ان معنی پر اکتفا کر گیا جن کی رو سے اس علم و فراستِ کل، ذاتِ گرامی کو ان پڑھ یا (خاکم بدہن) جاہل سمجھتا ہے۔ میں کیوں نہ سلام کروں اپنے بھائی کو جس نے کہا ہے؛

وہ ایسا اُمّی
جو علم و عرفان و آگہی کی کتاب لایا
شرافتوں کا نصاب لایا
نجابتوں کا حساب لایا
جو فکر کے بحرِ منجمد میں تموّج و انقلاب لایا

میں فکر کے اسی تموّج اور انقلاب کی قائل ہوں اس لئے کہ اسلام فکر پر زور دیتا ہے، عقل پر زور دیتا ہے، علم پر زور دیتا ہے۔ نہ جاننا، علم نہ ہونا، جہالت ہے اور اسلام جہالت کی تنسیخ کرتا ہے۔

میرا موضوع یہ نہیں کہ کربلا کے واقعات کو دوہرانے کے لئے مجالس ہوں یا نہ ہوں، ان مصائب پر ماتم ہو یا نہ ہو، زنجیر زنی ہو یا نہ ہو، تعزیہ داری ہو یا نہ ہو، میں تو یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ کربلا کے واقعات اگر کسی فرقے یا مکتبہ ء فکر کی عینک لگائے بغیر سنے جائیں اور صرف تاریخ کے آئینے میں دکھائے جاتے رہیں، دوہرائے جاتے رہیں تو نہ صرف ہر مکتبہ ء فکر کے لئے یہ واقعات مرکزِ اتحاد بن سکتے ہیں بلکہ عالمی

Marfat.com

پیمانے پر اسلام کی طرف سے انسانیت کے اصولوں کی بقا کے لئے ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے جو مغرب کی اس پبلسٹی کا جواب ہو سکتی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں یا اسلام محض قتل وغارت گری کا نام ہے۔ دنیا کو یہ بتایا جاسکتا ہے کہ اسلام تو امن و سلامتی کا پیغام ہے، اسلام تو جنگ کی ابتدا کی اجازت نہیں دیتا، اسلام تو ظلم کے مقابل مظلومیت اور جبر کے مقابل صبر کا حکم دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رسولؐ اسلام کے فرزند حسینؑ، عرب کے شجاع ترین مجاہد اپنے بھائی عباسؑ کو جنگ کی اجازت دیتے، جنگجو افراد کو کربلا میں اپنے ساتھ لاتے۔ اپنے دوستوں، بھائیوں اور بچوں کی شہادت کے بعد، کربلا کے میدان میں ۷۱ لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر حسینؑ اپنے خطبہ، آخر میں یہ نہ کہتے؛

"راہ پر اب بھی جو آجاؤ، بہل ہو تقصیر
درگذر خون سے ان سب کے کرے گا شبیرؑ"

(آغا سکندر مہدی مرحوم)

اکثر سننے میں آیا ہے کہ فلاں عیش وطرب کی محفل میں جھگڑا ہو گیا۔ لوگ قہقہے لگاتے لگاتے کسی بات پر ایک دوسرے سے الجھ پڑے۔ لیکن ایسا کم از کم میرے سننے میں نہیں آیا کہ کسی کی موت پر لوگ اکٹھے ہوئے ہوں یا کسی کے غم میں شریک ہوئے ہوں اور جھگڑا ہوا ہو۔ غم ایسی قدرِ مشترک ہے جو سب کے سروں کو جھکا دیتی ہے۔ غم وہ مرکزِ اتحاد ہے جہاں سارے دل یکساں دھڑکتے ہیں۔ اپنے گھر والوں کی موت پر کوئی کیسے بھی روئے، کسی طرح غم منائے، کسی طرح گریہ وزاری کرے، اپنا سینہ پیٹے یا سر، کسی کو اعتراض نہیں ہوتا مگر کیسی بد قسمتی ہے کہ غمِ حسینؑ منانے پر اختلاف بھی ہوتا ہے اور جھگڑے بھی اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ یہ کس کا غم منایا جارہا ہے۔ ایک دوسرے پر اعتراض کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ یہ غم، حسینؑ کا غم ہے، رسولؐ کے نواسے کا غم ہے، اسلام اور انسانیت کے محسن کا غم ہے۔ (حضرت معین الدین چشتی اجمیری کے الفاظ میں) میں "بنائے لاالہ" کا غم ہے۔ کیا نہ صرف مسلمان بلکہ عالمی پیمانے پر لوگ اس غم میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے؟ ۔۔۔۔ ضرور بیٹھ

Marfat.com

سکتے ہیں مگر پہلے مسلمانوں کو متحّد ہو کر یہ غم منانا ہوگا۔۔کاش ایسا ہو سکے ۔۔کاش مسلمان مل کر سوچ سکیں ۔دکھ کی بات ہے کہ ہر طرف عقیدوں کا اندھیرا چھایا ہوا ہے، تعصّبات کے جال پھیلے ہوئے ہیں، فرقہ پرستی کے طوق گلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

کربلا آج بھی آواز دے رہی ہے کہ

"ہے کوئی جو نفاق کے اندھیروں میں یک جہتی کے چراغ روشن کرے؟"

حسینؑ مظلوم آج بھی پکار رہے ہیں۔

"ہے کوئی جو میری مدد کرے"، "ہے کوئی جو انسانیت کا پرچم بلند کرے، تعصّبات کی نفی کر کے میری قربانی کے مقصد کو سمجھے"

حسینؑ آج بھی مسلمانوں سے پوچھ رہے ہیں کہ میں نے جس اسلام کو بچانے کے لئے اپنا گھر لٹا دیا تھا، کیا تم اسی اسلام پر قائم ہو؟ کاش مسلمان اس آواز کو سن سکیں۔ کاش نہ صرف مسلمان بلکہ عالم انسانیت حسینؑ کا دامن تھام لے، حسینؑ کے پیغام کو سمجھے۔آج انسانیت حسینؑ کے نقشِ قدم پر چلے تو ساری دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

انگلی نہ اٹھے دشمنِ اسلام کی ہم پر
گر آج مسلمان چلیں ان کے قدم پر

(آغا سکندر مہدی)

کربلا کی تاریخ کو ریڈیائی نشریات کے ذریعے عوام تک پہنچانے کے لئے میں ریڈیو کی انتظامیہ سے جتنا وقت حاصل کر سکی اسے میں نے اپنی بساط کے مطابق، تاریخ کربلا اور مقصدِ قربانی ء حسینؑ بیان کرنے میں صرف کیا۔میں سمجھتی ہوں یہ ناکافی ہے۔پروگرام نشر کرنے کے بعد اسکے جو اثرات سامنے آئے اس سے اندازہ ہوا کہ لوگ، بلاتفریق مذہب و ملت، اور زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ پیغام میرے لئے حیران کن تھا کہ انہیں بھی کربلا کی ایسی تاریخ کی تلاش ہے جس کے لکھنے والے یا بیان کرنے والے پر کسی کا جبر نہ ہو، کسی کا خوف نہ ہو، کوئی لالچ نہ ہو۔

Marfat.com

میرے بہت سے سننے والوں نے مطالبہ کیا کہ میں کم از کم اس مختصر سی تاریخ کو جسے محدود وقت میں ریڈیو سے نشر کیا گیا، از سر نو لکھ کر شائع کراؤں کہ یورپ میں آباد نوجوان نسل اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہ ہو سکے۔

میں تاریخ داں نہیں ہوں
پھر بھی جو کچھ جانتی ہوں
جو کچھ میں نے سیکھا ہے
جو کچھ میں نے پڑھا ہے
جو کچھ میں نے سمجھا ہے

وہ سپرد قلم کر کے اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں اشاعت کے لئے پیش کر رہی ہوں اس میں صرف وہی کچھ نہیں ہے جسے میں ریڈیو سے نشر کر چکی ہوں بلکہ کچھ تاریخی پس منظر بھی ہے۔ جسے میں نے "تاریخ کے آئینے میں" اگلے صفحات میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے

شرح حدیثِ عشق ہے، کیسے بھلا رقم کروں
میری متاعِ فکر کیا، میں کیا، میری بساط کیا؟

Marfat.com

ضربتِ فکر سے باطل کا فسوں توڑ دیا
شہ نے بہتی ہوئی تاریخ کا رخ موڑدیا

Marfat.com

تاریخ کے آئینے میں

Marfat.com

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دم بدم
دشتِ ثبات و عزم ہے دشتِ بلا و غم
صبرِ مسیح و جرأتِ سقراط کی قسم
اس راہ میں ہے صرف اِک انسان کا قدم

جس کی رگوں میں آتشِ بدر و حنین ہے
اس سورما کا اسمِ گرامی حسینؑ ہے
(جوش)

Marfat.com

شہادتِ حسینؑ کے بعد جب ناموس رسولؐ کو برہنہ سر، حسینؑ کے فرزند سید سجادؑ کے گلے میں طوق گراں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر، سیدانیوں کے بازو رسیّوں میں جکڑ کر بیکس و لاچار قیدیوں کی حیثیت میں دربارِ یزید میں پیش کیا گیا اور امام حسینؑ کا کٹا ہوا سر ایک طشت میں رکھ کر یزید کی فتح کے نشان کے طور پر یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید نے جو ہرزہ سرائی کی تھی اس میں اپنا ایک شعر بھی پڑھا تھا؛

"اگر آج میرے وہ اجداد جنہیں علیؑ نے بدر و احد میں قتل کیا تھا، زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آلِ رسول اور اولادِ علیؑ سے کیسا بدلہ لیا ہے"

یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ امام حسینؑ سے بیعت لے کر، جہاں یزید اسلام اور انسانیت کے خلاف اپنے گھناونے افعال پر تصدیق شریعت حاصل کرنا چاہتا تھا (جس میں وہ ناکام رہا) وہاں اس کے سامنے انتقام بھی تھا، رسول اکرمؐ کے خلاف اپنے دادا ابو سفیان کی پے در پے شکستوں کا انتقام۔ بس یہیں سے اندازہ لگایا جا سکتا کہ کربلا کا واقعہ کوئی وقتی سانحہ نہیں تھا بلکہ اس کا طویل پس منظر ہے جسے تلاش کرنے کی میں نے کوشش کی۔

یوں بھی تاریخ کا کوئی واقعہ، کوئی سانحہ، یک لخت سرزد نہیں ہوتا۔ اگر غیر جانبداری اور تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو کسی بھی تاریخی واقعے کے پس منظر میں حالات کا تسلسل ملے گا۔ امام حسینؑ کو اگر کوئی غیر مسلم طاقت قتل کر دیتی تو شاید اس سانحہ کی اتنی اہمیت نہ ہوتی۔ مختلف مذاہب میں جنگیں ہوتی رہی ہیں اور ان جنگوں کو کہیں تاریخ نے محفوظ کیا ہے اور کہیں نہیں۔ لیکن کربلا کا سانحہ اس لئے اور اہمیت رکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نواسے سیدنا امام حسینؑ کو ان کے نانا کے دین کے ماننے والوں نے شہید کیا ہے اور یہ خونیں سانحہ پیغمبرِ اسلام کے وصال کے دو چار صدیوں بعد نہیں بلکہ ابھی نصف صدی بھی نہ گذری تھی کہ

Marfat.com

مسلمانوں نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کر دیا۔اس وقت تک تو رسولؐ کے بہت سے ایسے اصحاب زندہ تھے جنہوں نے حسینؑ سے رسولؐ کا قرب دیکھا تھا۔جنہوں نے رسولؐ اکرم کی زبانِ صدق بیان سے سنا تھا کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں" اور یہ اس رسولؐ کا ارشاد گرامی تھا جس کے لئے قرآن میں یہ حکم ربّانی موجود ہے کہ "میرے رسول کا ہر سانس تابع حکم ربّی ہے" گویا رسولؐ کا کوئی عمل ذاتی نہیں ہوتا تھا بلکہ تابع وحیِ الٰہی ہوتا تھا۔اس صورت حال میں یہ سوال بہت اہم ہے کہ حسینؑ کو شہید کیوں کیا گیا؟ چنانچہ کربلا کی تاریخ کو جاننے کے لئے ہمیں ماضی کی طرف لوٹنا ہو گا۔

بات یہاں سے شروع کی جائے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ جب اسلام کا زلزلہ فگن پیغامِ انقلاب لے کر آئے تو عربوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ سب سے زیادہ عبادت گذار انسان خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ تقرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ اور خدا بھی وہ خدا جو آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔اسلام کا مساوات کا پیغام بھی ان کی سمجھ سے بالا تھا۔وہ کسی صورت یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی حبشی غلام، عربوں کے برابر ہو سکتا ہے۔یہ ان کے احساسِ برتری کے خلاف تھا۔عرب میں انتقام نہ لینا ذلّت اور بزدلی سمجھا جاتا تھا جبکہ اسلام معاف کر دینے کو فضیلت کہہ رہا تھا۔قبیلہ پرستی کے دور میں اسلام نے اس روایت کو یک قلم منسوخ کر کے بھائی چارہ اور بنی نوعِ انسان کی مساوات کا اعلان کیا تھا جو عرب کے دستور کے خلاف تھا۔بقول خواجہ غلام السیّدین؛

> "اسلام ایک ایسی دنیا کے لئے جو پجاریوں کے زیرِ اقتدار اور دولت مندوں کے زیرِ حکومت مصیبت کے دن کاٹ رہی تھی، آزادی کا پیغام لے کر آیا"۔۔۔۔۔۔ (تعمیرِ انسانیت ص ۵۱)

اسلام نے تاریخِ انسانیت میں پہلی بار پورے طور پر شہری اور انسانی حقوق عام انسانوں کو دئے جس سے قومیت، رنگ و نسل اور بندہ و آقا کے امتیاز میں جکڑی ہوئی انسانیت محروم تھی لہذا سرمایہ دار طبقہ، عرب کا قوم پرست طبقہ، فرسودہ روایات

Marfat.com

کا پیرو کار طبقہ، راہب، پجاری، سب کے سب اسلام کا پیغام سننے کو تیار نہ تھے۔ ان سب میں پیش پیش قبیلہ، بنی امیہ کے چشم وچراغ ابو سفیان کی ذات تھی۔ سرکارِ ختمی مرتبت کا تعلق قبیلہ، بنی ہاشم سے تھا۔ ابو سفیان کو بنی ہاشم سے دشمنی ورثے میں ملی تھی۔ ابو سفیان کے والد امیہ آنحضرتؐ کے جدِ امجد حضرت ہاشم سے حزیمت اٹھا چکے تھے۔ تاریخ کی رو سے یہ حزیمت امیہ کی اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہوئی تھی جسے حضرت ہاشم نے ٹالنے کی بہت کوشش کی تھی۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم کے جدِ اعلیٰ کا نام عبدالمناف تھا۔ عبد المناف کے چار بیٹے تھے، عبدالشمس اور ہاشم، مطلب اور نوفل۔ ہاشم اور عبدالشمس جڑواں پیدا ہوئے تھے اس طرح کہ ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی سے چپکی ہوئی تھی جسے کاٹ کر الگ کیا گیا اور خون بہا تو عرب کے توہم پرستوں نے اسے بدشگونی مان کر کہا تھا کہ ان دونوں میں کشت وخون ہوتا رہے گا۔ (طبری ج ۲ ص ۱۸۰)

عبدالشمس کے بیٹے کا نام اُمیّہ، اُمیہ کے دو بیٹے حرب اور ابو العاص تھے۔ حرب کے بیٹے کا نام ابو سفیان تھا اور ابو العاص کے دو بیٹے عفان اور حکم تھے۔ حضرت عفان کے فرزند ارجمند، حضرت عثمانؓ تھے اور ابو العاص کا بیٹا مروان * تھا۔ نوفل اور مطلب لاولد رہے۔ ہاشم کے بیٹے کا نام شیبہ تھا جو مدینے میں اپنی والدہ کے ساتھ تھے۔ ہاشم کے انتقال کے بعد مطلب مدینہ گئے اور اپنے بھتیجے شیبہ کو مکہ لائے۔ ساکنان مکہ نے آفتابِ وجاہت مطلب کے ساتھ شیبہ کو دیکھا تو کہا یہ عبدالمطلب ہے۔ حضرت مطلب نے وضاحت کی کی یہ ہاشم کا بیٹا اور میرا بھتیجہ شیبہ ہے مگر اس وقت سے شیبہ کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔

... * (مروان، راندہ، بارگاہِ رسولؐ جسے حضور نے مدینے سے علاقہ بدر کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ مدینہ سے کم از کم ایک فرسخ دور رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مروان نے اپیل کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ جسے رسولؐ شہر بدر کر دیں اسے میں کیسے معاف کر سکتا ہوں اور حکم دیا کہ وہ مدینہ سے کم از کم دو فرسخ دور رہے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں پھر اپیل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اسے تین فرسخ دور رہنے کا حکم دیا۔ بعد کی کہانی اسوقت میرا موضوع نہیں لہذا چھوڑتی ہوں۔

Marfat.com

(شیبہ) عبدالمطلب کے دس فرزند ہوئے جن میں عبداللہ، ابو طالب، عباس، حارث وغیرہم تھے۔ عبداللہ، حضرت محمدؐ کے والد گرامی تھے اور حضرت ابو طالب کے پسر حضرت علیؑ تھے۔ (سیرت النبی، شیخ ابی محمد عبدالملک ابن ہشام ج ا مطبوعہ مصر)

عبدالشمس اور ہاشم میں تو اختلاف کی کوئی تاریخ نہیں ملتی مگر امیہ کی طرف سے اپنے چچا حضرت ہاشم کے خلاف مخاصمت کی تاریخ ضرور ملتی ہے۔ مورخین نے ذیل کے واقعہ کو یک طرفہ اختلاف (منجانب امیہ) قرار دیا ہے۔

واقعہ یہ تھا کہ مکّہ میں قحط پڑا جس سے قریش تباہ حال ہوگئے۔ ہاشم (تجارت کے سلسلے میں) شام گئے۔ وہاں انہوں نے بہت مقدار میں آٹا فراہم کر کے بہت سی روٹیاں پکوائیں اور اونٹوں پر لاد کر مکّہ لائے۔ ان روٹیوں کا چورا کرا کے اور اونٹوں کو نحر (ذبح) کر کے اس کا شوربا تیار کرایا اور روٹیوں کا چورا اس میں ڈلوا کر کھانا تیار کرایا جسے عرب میں "ثرید" کہتے ہیں۔ ہاشم نے تمام مکّے والوں کو کھانے کی دعوتِ عام دی۔ اس کے بعد اتفاق سے بادل آئے، پانی برسا اور قحط سالی دور ہو گئی اور ہر شخص کہنے لگا کہ باران رحمت کا پہلا چھینٹا وہ تھا جو ہاشم کے ہاتھ سے برسا۔ ہاشم کی معنی ہیں روٹیوں کو چورا کرنے والا۔ امیّہ بھی صاحب ثروت تھا لیکن سخاوت کا تعلق دولت سے نہیں دل سے ہوتا ہے۔ امیہ کو اپنے چچا ہاشم کی نیک نامی اچھی نہ لگی۔ اس نے ہاشم کی نقل اتارنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ قحط سالی ختم ہو چکی تھی۔ ہاشم کی نقل اتارنے کی کوشش قریش میں امیہ کی رسوائی کا سبب بن گئی جس پر کھسیانہ ہو کر امیہ نے ہاشم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ہاشم کو مناظرت کی دعوت دی لیکن ہاشم اپنی بزرگی کے پیش نظر اسے ٹالتے رہے۔ (مناظرت ایک طرح کا مقابلہ عربوں میں رائج تھا کہ دو اشخاص اپنے اپنے کارہائے نمایاں کی بنیاد پر کسی ثالث سے فیصلہ لیتے تھے کہ دونوں میں افضل کون ہے) ہاشم کہتے تھے کہ وہ اپنے بھتیجے، اپنے خورد سے کوئی مناظرت نہیں چاہتے اور پھر جبکہ انہوں نے کبھی اپنی فضیلت یا برتری کا اعلان بھی نہیں کیا تھا۔ امیہ نے اسے ان کی کمزوری اور بزدلی کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا جو ان قریش کو، جو ہاشم کی عزت کرتے تھے، برا لگا اور انہون نے ہاشم کو مناظرت پر مجبور

Marfat.com

کیا۔ہاشم نے کہا کہ میں ایک شرط پر اس مقابلے کے لئے تیار ہوں کہ جو شخص ہار جائے وہ وہ جیتنے والے کو ۵۰ اونٹ دے اور دس برس کے لئے مکہ سے جلاوطن ہو جائے۔

امیہ تو حسد کی آگ میں جل رہا تھا، اس نے دونوں شرطیں مان لیں۔قبیلہ، خزاعہ کے کاہن کو جج مقرر کیا گیا۔اس نے فیصلہ ہاشم کے حق میں اور امیہ کے خلاف دیا۔ہاشم نے امیہ سے پچاس اونٹ حاصل کئے اور انہیں نحر کر کے پھر اہل مکہ کی دعوت کر دی۔ امیہ کو دس سال کے لئے مکہ سے جلاوطن کر دیا گیا اور شام بھیج دیا گیا۔

(سیرت النبی۔ابن ہشام ج ۱ ص ۸۵)

یہیں سے بنی امیہ نے شام میں قدم جما لئے۔امیہ کے بعد امیہ کے بیٹے حرب نے ہاشم کے فرزند عبد المطلب سے مناظرت چاہی۔اپنے والد ہاشم کی طرح عبد المطلب کو بھی اپنی فضیلت کی سند حاصل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن حرب کے پیش نظر شاید اپنے والد کی ہزیمت کا انتقام لینا تھا۔اس بار پھر فیصلہ عبد المطلب کے حق میں ہوا۔ بنی امیہ کا احساس کمتری بڑھتا گیا اور وہ بنی ہاشم کے کھلم کھلا دشمن ہو گئے۔ایک وقت آیا کہ بنی امیہ اس دشمنی کو اس حد تک لے گئے جہاں لوگوں کو بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان صرف ایک رشتہ یاد رہ گیا اور وہ تھا دشمنی کا رشتہ۔

اسلام کے اعلان کے بعد جب قریش کو اسلام قبول کرنے میں تذبذب ہوا تو ابو سفیان نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اسلام اور حضرت محمدؐ کی دشمنی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔اس بار ابو سفیان نے قبیلہ پرستی کے نام پر نہیں بلکہ اسلام دشمنی کے نام پر عربوں کو برانگیختہ کیا اور اعلان کیا کہ محمدؐ ہمارے خداؤں کے مقابل ایک ان دیکھے خدا کی بات کرتا ہے اس لئے واجب القتل ہے۔نبی اکرمؐ کو نت نئی تکالیف دی جانے لگیں۔جب یہ تکالیف حد سے بڑھ گئیں اور بات ان کے قتل کے منصوبوں تک پہنچی تو حضورؐ کے چچا ابو طالب (حضرت علیؑ کے والد) نے پہاڑ کی چوٹی پر اپنے قلعہ نما مکان "شعب ابو طالب" میں حضور کو منتقل کر دیا۔ابو طالب سردار قریش تھے۔ اتنی ہمت تو کسی میں نہ تھی کہ ابو طالب کے گھر پر حملہ کر کے حضورؐ کی جان کو نقصان پہنچا سکے البتہ قریش نے آپس میں ایک معاہدہ کیا کہ ابو طالب اور ان کے گھر میں موجود

Marfat.com

لوگوں کا " سوشل بائیکاٹ " کیا جائے ، ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کی جائے ، شعبِ ابو طالب میں سامان رسد نہ پہنچنے دیا جائے ۔چنانچہ شعب ابو طالب کے لوگ ایک طرح سے محصور رہو کر رہ گئے ۔یہ واقعہ اعلان رسالت کے ساتویں سال کا ہے ۔ یہ محاصرہ چار سال تک رہا ۔ حضرت ابو طالب سے بار بار مطالبہ کیا جاتا رہا کہ حضرت محمدؐ کو قریش کے حوالے کردیں تو پوری قوم نہ صرف ان کا بائیکاٹ ختم کردی گی بلکہ ان کی سرداری کے سامنے سر تسلیم خم کرے گی ۔لیکن حضرت ابو طالب بار بار یہی کہتے رہے کہ میں اپنے بھتیجے کو نہ اس کے دین سے روکوں گا اور نہ ہی اسے تمہارے حوالے کروں گا ۔اور پھر چار سال بعد ایک دن حضرت محمدؐ نے ابو طالب سے کہا:

"چچا، میرے اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ قریش نے جو معاہدہ کیا تھا اسے دیمک کھا گئی ہے"

ابو طالب صداقتِ رسول پر ایمان رکھتے تھے ۔انہوں نے بھتیجے کا ہاتھ پکڑا اور بلا خوف خانہء کعبہ میں آئے اور اعلان کیا ۔

اے لوگو، میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور اس کے خدا نے اسے بتایا ہے کہ تم لوگوں نے آپس میں جو معاہدہ کیا تھا اسے دیمک کھا گئی ہے ۔

قریش نے سنجیدگی سے اس بات کا نوٹس نہیں لیا اور کہا؛

"اچھا تمہیں اپنے بھتیجے اور اس کے ان دیکھے خدا پر اتنا یقین ہے تو وعدہ کرو کہ اگر اس معاہدے کو دیمک نے نہیں کھایا ہے تو تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردوگے "۔

حضرت ابو طالب نے بڑے وثوق سے کہا

"مجھے منظور ہے ۔ معاہدہ سامنے لایا جائے ۔لیکن اگر میرے بھتیجے کی بات سچ نکلی تو تم محاصرہ ختم کردوگے"

قریش نے بھی اقرار کرلیا ۔وہ صندوق جس میں معاہدہ محفوظ تھا، کھولا گیا ۔یہ دیکھ کر قریش کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ چرمی کاغذ پر معاہدہ کی تحریر میں جہاں اللہ اور محمدؐ کے

Marfat.com

نام تھے صرف وہ نام محفوظ تھے باقی ساری عبارت کو دیمک چاٹ گئی تھی۔ تاریخ میں ابو طالب کے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں؛

"میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اور میں نے اس کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، کہ اللہ نے تمہاری دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اللہ کے نام کے علاوہ ظلم و جور اور قطع رحمی پر مشتمل تمام عبارت کو چاٹ لیا ہے۔ اگر میرا بھتیجہ سچا ثابت ہو، تب تو تم اپنے رویے سے باز آؤ گے؟ ہاں اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا خواہ تم اسے قتل کر دو یا زندہ رہنے دو"۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۰۹)

ابو طالب کو رسول اکرمؐ پر کتنا ایمان تھا؟ صداقتِ محمدؐ پر کتنا یقین تھا؟ آنحضرت کی حفاظت کے لئے ابو طالب نے کتنی مصیبتیں اٹھائیں؟ میرا موضوع ان واقعات پر قلم اٹھانا نہیں۔ بات ہو رہی تھی محاصرہ ختم ہونے کی جو ہو گیا۔ کچھ دن حضور کی مخالفتیں ذرا کم رہیں لیکن اس واقعہ کے ایک سال کے اندر حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد اس مخالفت نے اتنا زور پکڑا کہ نبی ء کریمؐ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ (طبری، ج ۱، ص ۲۲۹)

قریش نے ابو سفیان کی ہمنوائی میں، نبی ء اکرمؐ کی دشمنی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ مدینہ میں بھی آپ کو چین نہیں لینے دیا گیا۔ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں جس کی اطلاعات حضور کو پہنچائی جاتی تھیں۔ پھر رسول اکرمؐ کو پتہ چلا کہ ابو سفیان کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ آپ نے مدینہ کے لوگوں کے حفظ و امان کی خاطر مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا پسند فرمایا۔ یہ سب سے پہلی جنگ تھی جو بدر کے مقام پر لڑی گئی۔ مسلمان ابھی کسی جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ مسلمانوں کی فوج میں، جسے فوج بھی نہیں کہا جا سکتا تھا صرف ۳۱۳ افراد تھے جن کے پاس صرف تین گھوڑے اور چند تلواریں تھیں۔ لیکن مسلمانوں کی شجاعت نے قریش کی ہتھیار بند فوج کے دانت کھٹے کر دئے۔ تاریخ آج تک حیران ہے کہ بے سروسامان مسلمانوں نے بنی اُمیہ اور قریش کے باقاعدہ اور مسلح لشکر کو کیسے شکست دی۔

Marfat.com

قرآن حکیم میں اس کی وضاحت درج ہے۔

"تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو فوجوں کا گذر چکا ہے جو آپس میں ملیں ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے آنکھوں کے دیکھنے سے اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے"۔

(آل عمران ۱۲-۱۳-حوالہ دگر سورۃ الانفال ۵-۱۴، ۴۱، ۴۲، ۴۸)

معتبر تواریخ نے جنگِ بدر کا تفصیلی احوال قلمبند کیا ہے۔ میں چند اقتباسات پر اکتفا کر رہی ہوں جو میرے موضوع کے سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

"مسلمانوں کی طرف سے حمزہ بن عبدالمطلبؓ (حضور کے چچا) عبیدہ بن حارث اور سب سے زیادہ علیؑ ابن ابو طالب نے وہ کارہائے نمایاں دکھائے کہ میدان سے قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں کا اس جنگ میں بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ عُبیدہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔" (طبری ج ۱ ص ۲۲۹)

"مکہ والوں کو اور بالخصوص بنی اُمیّہ کو بہت زیادہ نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس جنگ میں علیؑ ابن ابو طالب کے ہاتھوں ابو سفیان کا بیٹا حنظلہ قتل ہوا اور دوسرا بیٹا عمرو قید ہوا"۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۷۲)

"ابو سفیان کی بیوی ہندہ کے باپ عتبہ اور چچا شیبہ اور بھائی ولید بھی علیؑ ابن ابی طالب کی تلوار سے قتل ہوئے" (ابن ہشام ج ۲، ص ۳۷-طبری ج ۲، ص ۲۷۹)

جنگ بدر کے بعد ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے دوبارہ حملہ نہیں کرے گا، نہائے گا نہیں مگر بنی امیہ میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ ابو سفیان اپنی قسم پوری کرنے کے لئے دو سو قریش سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا اور مدینہ کی حدود میں آکر دو نہتے مسلمانوں کو قتل کر دیا اور کھجور کے کچھ درختوں کو تباہ کر دیا۔ حضور نے عجلت میں کچھ مسلمانوں کو ساتھ لیا اور شہر سے

جنگ بدر میں طعیمہ ابن عدی، عاص بن سعید، عبداللہ بن منظر، حرملا بن عمرو بھی علی کی تلوار سے قتل ہوئے۔ یہ لوگ کفار قریش کے وہ سورما تھے جن کی شجاعت پر شعرا قصیدے لکھتے تھے۔

Marfat.com

باہر آئے تو ابو سفیان فرار ہو گیا۔ بھاگنے کی جلدی میں اپنا سامان راستے میں پھینک گیا اس میں زیادہ تر ستو بندھے ہوئے تھے۔ اسی لئے اسے "جنگِ سویق" کہا جاتا ہے۔ سویق کے معنی ستو ہیں۔ (ابن ہشام ج ۲، ص ۵۵۔ طبری ج ۲، ص ۲۹۹)

ہجرت کے تیسرے سال وہ اہم لڑائی ہوئی جسے "جنگِ احد" کہا جاتا ہے۔ اکرمہ بن ابو جہل، ابو سفیان، اور ہندہ کو اس وقت چین نہیں آسکتا تھا جب تک وہ مدینہ والوں اور حضرت محمدؐ سے انتقام نہ لے لیں۔ کفارِ مکہ نے اس جنگ کی تین سال تیاری کی اور بنی اُمیہ نے قریش کے علاوہ خاندان کنانہ اور تہامہ کے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ (ابن ہشام ج ۲ ص ۶۸۔ طبری ج ۲ ص ۱۱۲)

"کفارِ مکہ کی فوج میں تین ہزار ہتھیار بند سپاہی تھے۔ جن میں سات سو سپاہی زرہ پوش تھے۔ ان کے مقابل رسول اکرمؐ کے ساتھ سات سو افراد تھے جن میں سے 100 زرہ پوش تھے مگر اسلامی سپاہ کے پاس صرف دو گھوڑے تھے"

(ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹)

"عکرمہ اور خالد بن ولید مکے والوں کی فوج کے افسر تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ ابو سفیان کی بیوی ہندہ فوج کے پیچھے پیچھے ڈھول بجا کر کفارِ مکہ کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ اس جنگ میں جب نبی ءاکرمؐ کے چچا حضرت حمزہ شہید ہوئے تو گھمسان کی جنگ کے دوران ہندہ نے حضرت حمزہ کا دل نکلوایا اور اُسے چبایا۔ اور شہید ہونے والے مسلمانوں کے لاشوں سے ان کے ناک، کان، جسم کے اعزا نکلوا کر اپنا گلو بند اور سینہ بند بنوایا۔" (ابن ہشام ج ۲ ص ۸۴۔ طبری ج ۳، ص ۲۳)

جنگ احد میں نبی ءاکرم نے مسلمانوں کے ایک دستہ کو ایک خاص جگہ پر متعین فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ تا حکم ثانی اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ میں اس جنگ کی تفصیل بھی بیان نہیں کروں گی صرف ایک اشارے تک اکتفا کروں گی کہ اس جنگ میں جو افراتفری مچی اس کا سبب یہ تھا کہ جب کفار کے لشکر نے راہِ فرار اختیار کی تو اس دستے کے سپاہیوں نے جنہیں حضور نے اپنی جگہ نہ چھوڑنے کی ہدایت کی تھی، کفار کے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو شاید فتح کی خوشی میں حکم رسولؐ ان کے ذہنوں سے نکل گیا اور وہ بھی کفار کے لشکر کا پیچھا کرنے لگے۔ جونہی یہ مورچہ خالی ہوا، کفار نے اس طرف سے حملہ

Marfat.com

کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی۔ کفار نے افواہ پھیلا دی کہ سرکار رسالتمآب شہید ہو گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کی سپاہ افراتفری میں منتشر ہو گئی۔ تواریخ اس پر متفق ہیں ہیں کہ حضرت علیؑ، کفار کی فوجوں میں گھرے ہوئے نبی ء اکرم کی حفاظت کے لئے، پروانہ وار مصروفِ قتال رہے یہاں تک کہ بچے کچے گنتی کے مسلمانوں کے ساتھ کفار کے لشکر کو شکست دی۔ قران پاک میں اس جنگ کا ذکر سورہ ء آل عمران میں ملتا ہے۔

"اور جب مسلمانوں پر دوبارہ حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینے کی طرف بھاگے اور کچھ احد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مگر نبیؐ ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ دشمن کا چاروں طرف ہجوم تھا آٹھ نو آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی مگر اللہ کا رسولؐ اس نازک موقع پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا اور بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا۔ "اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ"

(آل عمران ۱۵۲-۱۵۳ ترجمہ و تفسیر ابوالعلیٰ مولانا مودودی۔ کتاب "تفہیم القران" مزید حوالہ: مولانا ابوالکلام آزاد، کتاب "ترجمان القران")۔

اس جنگ کے بعد صحابہ ء کرام نے علیؑ سے پوچھا کہ جب حضور کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی تو آپ نے میدان کیوں نہیں چھوڑا۔ علیؑ نے جواب دیا۔

"میں نے جب مسلمانوں کو فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ اگر یہ اطلاع غلط ہے تو اس وقت میرے آقا کی حفاظت بہت ضروری ہے اور اگر خدانہ خواستہ حضور شہید ہو گئے ہیں تو آقا کے بعد غلام زندہ رہ کر کیا کرے گا"

جنگِ احد میں حضرت علیؑ کے جسم پر ساری جنگوں سے زیادہ زخم لگے تھے۔ یہی جنگ تھی جس میں سرکارِ ختمی مرتبت کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا اور حضور کے ایک مقتدر صحابی حضرت اویس قرنیؓ نے یہ سوچ کر کہ نہ جانے حضور کا کون سا دانت شہید ہوا ہو گا، ایک ایک کر کے اپنے سارے دانت توڑ لئے تھے۔ محبتِ رسولؐ میں خود کو ایذا دینے کی یہ عجیب و غریب مثال تھی۔ تاریخ میں یہ تو کئی جگہ ملتا ہے کہ حضور

Marfat.com

نبی ءاکرمؐ نے اوویس قرنیؓ کو دعائیں دیں لیکن یہ کہیں نہیں ملتا کہ حضورؐ نے حضرت اویس قرنیؓ کے اس عمل پر برہمی کا اظہار فرمایا ہو۔ سچ ہے قرآن کا حکم برحق ہے کہ "اعمال کا انحصار نیت پر ہے"۔

اُحد میں جو کچھ بھی ہوا لیکن مکّہ والوں کو بہرحال فتح کامل حاصل نہ ہو سکی اور اس کا سبب بھی علیؑ..... بدر اور اُحد کی جنگوں میں ابو سفیان کے دل کی مرادیں پوری نہ ہو سکی۔ حضرت محمدؐ کی طرف سے جو جنرل بار بار سامنے آئے وہ تھے حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ۔ حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ابو سفیان کی زوجہ ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا مگر ابو سفیان کے بیٹے حنظلہ کو قتل کیا علیؑ نے.....، شیبہ اور ولید کو قتل کیا، علی نے..... اُحد کی شکست کو فتح میں تبدیل کیا علیؑ نے..... کفار قریش نے اُحد میں حضور کو شہید کرنا چاہا، اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بچایا مگر حضور کے چاروں طرف پروانہ وار مصروفِ قتال نظر آیا علیؑ..... ابو سفیان کی ساری کوششوں کے باوجود حضور نبی ءاکرم بھی سلامت رہے اور علیؑ بھی۔ ابو سفیان کی دشمنی، حسد اور احساسِ حزیمت کے تحت تھی جب کہ حضور کی جد و جہد اور ابو سفیان کی طرف سے مسلط کردہ جنگوں میں دفاع، اللہ کی حاکمیت اور اللہ کی مخلوق کی سرفرازی کے لئے تھا۔ ابو سفیان کی جنگ ذاتی احساسات کے طابع تھی اور علیؑ کی جنگ اتباعِ حکم رسولؐ اور طابعِ احکام ربانی تھی۔

اُحد کی جنگ کو ابھی دو سال گذرے تھے کہ ابو سفیان نے اسلام کے خلاف دنیائے عرب کی ساری قوتوں کو جمع کر لیا یہاں تک کہ مدینے کے یہودیوں کو بھی ساز باز کر کے ساتھ ملا لیا۔ اس جتھ بندی کی وجہ سے اس جنگ کا نام "جنگ احزاب" ہوا۔ اس جنگ کو "جنگ خندق" بھی کہتے ہیں اور وہ اس لئے کہ حضور نے جب سنا کہ ابو سفیان ایک لشکرِ جرار لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو آپ نے سلمانؓ کے مشورے پر مدینہ کے گرد ایک خندق کھدوادی تھی۔ ابو سفیان کے دس ہزار کے لشکر کے مقابلے میں مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اس جنگ میں بھی ابو سفیان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن کئی وجوہات کی بنا پر اس جنگ کی اہمیت ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ

Marfat.com

اس جنگ کے بعد ابو سفیان کی ایسی کمر ٹوٹی کہ پھر کفار قریش میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ دوسری بات یہ ہے یہ اس جنگ میں بہت ہی واضح طور پر، بہت ہی نمایاں طور پر علیؑ کا نظریہ ،جنگ کھل کر سامنے آگیا۔

اس واقعہ کو سارے ہی مورخین نے لکھا ہے۔ ہوا یوں تھا کہ لشکرِ کفار کی طرف سے عرب کے ایک شجاع عمرا بن عبدوُد ابن ابی قیس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک ہی جست میں خندق پھاند کر مسلمانوں کی طرف آگیا اور حضور کے خیمے میں آکر نیزا مارا اور مسلمانوں کو للکارا "مسلمانو تمہارا مذہب تو یہ کہتا ہے کہ جو جنگ میں مارا جائے وہ شہید اور جو فتح حاصل کرلے وہ غازی ہے۔ کوئی تم میں جو میرے مقابل آکر غازی یا شہید بننا چاہے" حضور نے مسلمانوں سے پوچھا "کون ہے تم میں جو اس بد زبان کی زباں کھینچ سکے" مسلمانوں نے یک زبان کہا؛ حضور آپ تو جانتے ہیں یہ عمرا بن عبدوُد ہے۔ اس کا مقابلہ تنہا کون کر سکتا ہے۔ علیؑ کھڑے ہوگئے، یا رسولؐ اللہ میں حاضر ہوں۔ حضور نے فرمایا، علیؑ بیٹھ جاؤ۔ پورے عرب میں عمرا بن عبدوُد کی دہشت اتنی تھی کہ کسی میں اس سے مقابلے کی ہمت نہیں تھی۔ ادھر عمرا بن عبدود بار بار للکار رہا تھا، ادھر اللہ کے رسول مسلمانوں سے پوچھ رہے تھے کہ کون ہے جو اس گستاخ کی زبان کو لگام دے۔ علیؑ ہر بار کھڑے ہو جاتے تھے۔ آخر جب عمرا بن عبدوُد نے براہ راست رسول مقبولؐ کو للکارا اور تحقیر آمیز الفاظ استعمال کئے تو علیؑ ایک بار پھر کھڑے ہوئے۔ اس بار علیؑ اُٹھے تو تلوار کے قبضے پر علیؑ کا ہاتھ تھا۔ علیؑ پروردہ ،آغوش رسول تھے۔ حضور سے زیادہ کون علیؑ کے تیور پہچان سکتا تھا۔ حضور نے مسلمانوں کی طرف دیکھا۔ سب سر جھکائے بیٹھے تھے۔ علی کو اذن جنگ ملا۔ علیؑ مقابلے کے لئے گئے۔ علیؑ نے عمرا بن عبدوُد کو زمین پر گرالیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر چاہتے تھے کہ اس کا سر قلم کریں کہ اس نے علیؑ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؑ اس کے سینے سے اتر آئے اور اسے چھوڑ دیا۔ مسلمان اس جنگ کو دیکھ رہے تھے وہ بیک وقت پکار اٹھے، یا رسول اللہ علی نے غضب کر دیا۔ عمرا بن عبدوُد جیسے شجاع کو زیر کرلیا تھا لیکن اسے چھوڑ دیا۔ حضور نے فرمایا علیؑ انشاء اللہ فتح کر کے لوٹیں گے۔

Marfat.com

جب آئیں تو ان سے پوچھ لینا۔ علیؑ نے دوسری بار عمر ابن عبدوّد سے جنگ کی اور اسے قتل کیا۔ واپس حضور کی خدمت میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ انہوں نے عمر ابن عبدوّد کو چھوڑ دینے کا خطرہ کیوں مول لیا تھا۔ علیؑ نے کہا؛

"جب عمر ابن عبدود نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے غصہ آگیا تھا۔ میں اسے اس لئے قتل کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اللہ کے رسول کو للکارا تھا اور اسلام کے خلاف جنگ کرنے آیا تھا۔ اس میں میری ذات شامل نہیں تھی لیکن میں غصہ کی حالت میں اسے قتل کرتا تو پھر یہ قتل میرا ذاتی فعل ہوتا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔

رہا سوال خطرے کا، تو علیؑ جب اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے تو کب موت علیؑ پر آگرے یا علیؑ موت پر جا گرے، اس کی پرواہ نہیں کرتا۔"

یہ تھا جنگ یا قتال کے معاملے میں علیؑ کا نظریہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ علیؑ اس لئے قتال نہیں کرتے تھے کہ ان کے سامنے بنی اُمیہ یا قریش کی دشمنی تھی بلکہ ان کی ہر جنگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع تھی۔

اسی جنگ میں اللہ کے رسول نے علیؑ کو دو اہم ترین سندیں عطا فرمائی تھیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ جب حضور نے علیؑ کو جنگ کے لئے روانہ کیا تو ارشاد فرمایا؛

"برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ"

آج کل ایمان، کل کفر کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے۔

اور پھر اللہ سے دعا کی؛

"خداوندا، تو نے عبیدہ کو بدر کے دن اور حمزہ کو احد کے دن اٹھا لیا۔ اب ایک علیؑ ہے، تو اس کی حفاظت فرما۔ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑنا۔ تو بہترین وارث ہے" (شرح ابن ابی الحدید ج ۴، ص ۳۴۲ و دیگر)

اور دوسری سند یہ ہے کہ جب علیؑ نے عمرو بن عبدود کا سر قلم کیا تو ارشاد فرمایا؛

"ضربت علیؑ یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین"

"خندق کے دن علیؑ کی ایک ضربت، ثقلین کی عبادت سے افضل ہے"

(مستدرک حاکم ج ۳، ص ۳۲ و دیگر)

اس جنگ کو قرآن نے بھی اہمیت دی اور عمرو ابن عبدوّد کی گستاخیوں پر مسلمانوں کے خوف میں مبتلا ہونے کو (قران کی رو سے) اللہ نے پسند نہیں فرمایا۔

Marfat.com

"اے ایمان والو، اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے اور پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا جب وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی طرف اور نیچے کی طرف چڑھ آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے اس موقع پر ایماندار آزمائے گئے اور سخت ہلا دئے گئے اور جبکہ منافق جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا صرف دھوکہ تھا اور جبکہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ مدینہ والو تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں سو لوٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگنے لگے کہنے لگے ہمارے گھر اکیلے ہیں اور حالانکہ وہ اکیلے نہ تھے بلکہ بھاگنا چاہتے تھے اور اگر کسی طرف سے کوئی ان پر گھس آتا پھر ان سے فساد کی درخواست کی جاتی تو فساد پر آمادہ ہو جاتے اور دیر نہ کرتے مگر بہت ہی کم حالانکہ اس سے پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور اللہ سے عہد کرنے کی باز پرس ہوگی کہہ دو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا..... الآیۃ (الاحزاب ۸ تا ۲۵)

جنگِ احزاب کے بعد ابو سفیان کو بہ حالت تباہ واپس جانا پڑا اور اس کے بعد اس کی ہمت نہ ہوئی کہ اسلام کے خلاف فوج جمع کرے۔

سن ۶ ھ میں حضور نبی اکرمؐ نے خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور زائرین کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ قربانی کے اونٹ تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کسی جنگ کے لئے تشریف نہیں لے جا رہے تھے۔ ابو سفیان کو معلوم ہوا تو خالد بن ولید کی قیادت میں قریش کا ایک دستہ رسولؐ کا راستہ روکنے کے لئے نکلا مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد حضورؐ کے ساتھ تھی۔ مسلمانوں کی ہمتیں بلند تھیں اور ان کے سامنے شکست خوردہ فوج کا ایک دستہ تھا۔ آپ چاہتے تو اس دستہ کو وہیں ختم کر دیتے مگر آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا اس لئے اپنا راستہ بدل دیا اور حدیبیہ کا رخ کیا حضورؐ حدیبیہ پہنچے تو قریش نے گفت و شنید شروع کی۔ حضورؐ نے اسلام کا موقف بتایا

Marfat.com

کہ مسلمان اس وقت تک جنگ نہیں کرنا چاہتے جب تک جنگ ان پر تھونپ نہ دی جائے۔قریش نے صلح کی بات کی مگر ایسی شرطیں رکھیں جو بظاہر مسلمانوں کی لئے نا قابل قبول ہوں۔ حضورؐ نے ان شرائط کو مان لیا۔ مسلمان ان شرائط سے شکستہ دل ہوئے لیکن اللہ کے رسولؐ نے صلحنامہ پر دستخط فرما دئے اور اُسے مسلمانوں کی فتح قرار دیا۔ بعد میں اللہ کی طرف سے سورۃ "الفتح" نازل ہوئی تو ارشادِ رسولؐ پر مہرِ رضائے الٰہی ثبت ہو گئی اور ایک بار پھر ثابت ہو گیا کہ "رسول کا ہر عمل تابع وحی الٰہی ہے"

سورۃ "الفتح" موضوع سورۃ: بشارت فتحِ اسلام معہ شرائط فتح

صلح حدیبیہ فتح مبین ہے کیونکہ کفارِ مکہ صلح میں مقید ہو چکے جس کی شرائط وہ نباہ نہیں سکیں گے بالآخر فسخ معاہدہ کے باعث جنگ ہو گی جس میں فتحِ مکہ ہو گی..... الخ۔

(القرآن کریم مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس-لاہور ۱۳۷۹ھ حواشی سورۃ الفتح)

رسولؐ کے واضح ارشاد کے باوجود عام مسلمان حکمتِ رسولؐ کو نہ سمجھ سکے اور ان پر یاسیت اور بے یقینی طاری ہو گئی۔

"حضور حکم دے رہے تھے کہ اٹھو، بال منڈواؤ اور قربانی دو اور کوئی مسلمان اپنی جگہ سے نہیں اٹھ رہا تھا"۔ (طبری ج ۲ ص ۷۹)

ایک سرکردہ شخصیت کے نام سے تو یہاں تک منسوب ہے کہ انہوں نے کہا؛

واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ

قسم ہے خدا کی جب سے اسلام لایا ہوں مجھے رسالت پر آج سے زیادہ شک کبھی نہیں ہوا۔

(تاریخ خمیس ج ۲، ص ۳)

یہ معاہدہ چل نہ سکا۔ کفار معاہدہ شکنی کرتے رہے اور حضورؐ برداشت کرتے رہے اور پھر جب قبیلہ ء خزاعہ کا ایک فرد عمرو بن سالم فریاد کرتا ہوا رسولِ اکرمؐ کے پاس آیا اور بتایا کہ قریش نے نمازِ شب میں مصروف مسلمانوں کو رکوع اور سجود کی حالت میں قتل کیا تو حضور نے فرمایا "قد نصرت یا عمرو بن سالم"

اس کے بعد بھی نبیؐ نے اتمام حجت کے کچھ مراحل طے کئے اور آخر کار مسلمانوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔اب صورت حال کچھ اور تھی۔ مشرکین میں مقابلے کی تاب نہ تھی۔انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔مکہ، خون خرابے کے بغیر فتح ہو گیا۔

Marfat.com

ابو سفیان کو گرفتار کرکے نبی ء اکرمؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا "میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں اور امان چاہتا ہوں" ۔ابو سفیان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ رحمت اللعالمین نے نہ صرف ابو سفیان کو امان دی بلکہ فرمایا کہ "جو بھی ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسے بھی امان دی جائے"

(طبری ج ۳، ص ۱۱۶)

ابو سفیان کے اِسلام لانے کے واقعہ کو معتبر کتب نے لکھا ہے ۔ان سب کتابوں میں لفاظ کا معمولی فرق ہے لیکن یہ بات سب نے تسلیم کی ہے کہ ابو سفیان کے پاس اسلام قبول کرنے کے علاوہ بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

"رسول مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے ۔ رات کو ابو سفیان شہر سے باہر نکلا کہ حالات معلوم کرے اور عباس ابن مطلب سے اس کی ملاقات ہو گئی ۔ عباسؓ نے بتایا کہ رسولؐ کے ساتھ دس ہزار کی فوج ہے ۔ اگر تم نے جنگ کی تو ایک قریش زندہ نہ بچے گا ۔ ابو سفیان نے پوچھا

"میں کیا کروں ؟"

عباسؓ نے جواب دیا

"اسلام قبول کرلو تو امان مل جائے گی"

ابو سفیان نے پھر پوچھا "میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا واقعی تمہارا رسول مجھے امان دیدے گا؟"

عباسؓ نے جواب دیا ۔ "ہاں ایک ہی صورت میں تجھے امان مل سکتی ہے"

(طبری ج ۳ ص ۱۱۶)

"ابو سفیان اور اس کے ساتھی جب خبر لینے کے لئے شہر سے باہر نکلے تو لشکر اسلام کے پہرہ داروں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور رسولؐ کی خدمت میں پیش کئے گئے ۔ ابو سفیان کو بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا" ۔

(بخاری شریف ج ۳ ص ۲۹)

اسلام قبول کرنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ابو سفیان اسلام کی اقدار کو اپناتے ۔اسلام نے مساوات کا درس دیا ہے ۔ بھائی چارے کا سبق دیا ہے ۔ قبیلہ پرستی کو سختی سے رَد کیا ہے ۔اسلام نے دل میں نفاق و بغض رکھنے والوں کو منافق کہا ہے ۔

Marfat.com

اسلام قبول کرنے کے بعد طہارتِ فکر و نظر اور پاکیزگیٔ قلب و ضمیر کی دولت ملتی ہے اسلام کے دائرے میں آنے کے بعد حکم خدا اور حکم رسول بے چون وچرا ماننا واجبات میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن تواریخ کے حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قبیلہ پرستی ابو سفیان کے دل سے نہ جا سکی۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی پہچان، اللہ کے رسول کی حیثیت سے تھی مگر ابو سفیان کے دل سے یہ بات کبھی نہ گئی کہ حضور نبی کریمؐ کا تعلق بنی ہاشم سے تھا۔ بدر و احد کی جنگوں میں علیؑ نے حکم خدا اور حکم رسولؐ کی تعمیل میں بنی اُمیّہ کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا، ابو سفیان کے دل سے نہ نکل سکا۔ یہ دشمنی ابو سفیان سے امیر معاویہ اور پھر یزید کو ورثہ میں ملی جس کا مظاہرہ یزید نے اس وقت بھی کیا جب اسیران کربلا اس کے دربار میں پیش کئے گئے۔ رسول اور آل رسول ہی نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ بھی اس بات سے واقف تھے۔

حضورؐ کے وصال کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی جارہی تھی، ابو سفیان نے حضرت علیؑ کے پاس آکر کہا؛

"ما بال هذا الامر فی اقل حی من قریش و الله لئن شیت لا ملا نها علیه خیلا و رجالا"

"ایسا کیوں ہوا کہ خلافت قریش کے ایسے خاندان میں چلی گئی۔ اگر آپ چاہیں تو میں خدا کی قسم مدینہ کی گلیوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا"

(طبری ج ۲ ص ۴۴۹)

حضرت علیؑ نے جواب دیا؛

"واللہ ما اردت بهذا الا الفتنه و انک و الله طالما بغیت الاسلام شرا لاحاجته لنا فی نصیحتک"۔

"خدا کی قسم تیرا مقصد صرف فتنہ انگیزی ہے۔ تو نے اسلام کی بد خواہی کی ہے۔ مجھے تیری ہمدردی اور نصیحت کی ضرورت نہیں" (طبری ج ۲ ص ۴۴۹)

علیؑ کو ورغلانے میں ناکام ہو کر ابو سفیان نے مسجد نبوی کا رخ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر میں بھی ابو سفیان کا وہی مقام تھا جو علیؑ کی نظر میں تھا مگر ردِ عمل علیؑ سے مختلف تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا؛

"انّ هذا قد قدم و هو فاعل شرا و قد کان النبی لیستالف علی

Marfat.com

اسلام فدع لہ مابیدہ من الصدقہ فضعل فرضی ابو سفیان و بایعہ

" ابو سفیان آپہنچا ہے - یہ ضرور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کرے گا۔ پیغمبر بھی اس کی تالیف قلب کیا کرتے تھے - جو صدقات اس کے قبضہ میں ہیں اسی کو دے دئے جائیں" -

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا اور ابو سفیان خوش ہو گیا اور اس نے بیعت کرلی - اس کے صلے میں ابو سفیان کے بیٹے یزید ابن ابو سفیان کو دمشق کی امارت دے دی گئی" - (عقد الفرید ج ۳، ص ۶۳)

یزید ابن ابو سفیان ۱۸ھ میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔ یہ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تھا۔ حضرت عمرؓ نے یزید ابن ابو سفیان کے بھائی (ابو سفیان کے دوسرے بیٹے) معاویہ کو، جو دمشق میں موجود تھا امیر مقرر کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمانؓ ۲۳ھ میں خلیفہ بنے تو آپ نے دمشق کے علاوہ، اردن، فلسطین، لبنان، حمص اور قنسرین کا علاقہ بھی امیر معاویہ کو عطا کر دیا۔ میں چونکہ صرف تاریخ کی بات کر رہی ہوں اس لئے ان وجوہات، اس دور کے حالات اور تحفظات و ترجیحات پر گفتگو نہیں کروں گی صرف ان واقعات کو قلمبند کروں گی جو رونما ہوئے اور تاریخ میں رقم ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، اسلام نے قبیلہ پرستی کو یک قلم منسوخ کیا تھا۔ حضرت عثمان ابن عفانؓ کا تعلق قبیلہ، بنی اُمیّہ سے تھا لیکن تاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ جہاں بنی ہاشم کے کسی فرد نے حضرت عثمانؓ کی اس لئے مخالفت کی ہو کہ آپ کا تعلق بنی اُمیّہ سے تھا۔ بنی ہاشم کے گھر میں نبوت آئی تھی۔ ان سے زیادہ اسلام کے "اوامر و نہی" کا کسے پاس ہو سکتا تھا؟ اس کے برعکس امیر معاویہ نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ہی شہنشاہیت کی بنیادیں اُستوار کرنی شروع کر دی تھیں حضرت عثمانؓ کے دور میں جب امیر معاویہ کو کچھ اور علاقے ملے تو امیر معاویہ نے اسلام کے طرزِ زندگی اور اندازِ نگہبانی، ملت کے خلاف شہنشاہیت قائم کر لی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امت نے اجماع کیا اور بہ اتفاق رائے

Marfat.com

Unanimously حضرت علیؑ کو خلیفہ بننے پر مجبور کیا۔امیر معاویہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور اعلان بغاوت کر دیا۔

تحقیق کی ایک طالبہ کی حیثیت سے ایک سوال بار بار میرے ذہن میں ابھرا کہ خلافتِ راشدہ میں پہلے خلیفہ کا انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں چند لوگوں نے کیا۔ دوسرے خلیفہ کے لئے، خلیفہ ء اول نامزدگی چھوڑ گئے گویا دوسرے خلیفہ کا انتخاب Nomination سے ہوا۔تیسرے خلیفہ کے لئے، خلیفہ ء دوئم کچھ شرائط کے ساتھ پسِ نامزدگی Nomination چھوڑ گئے اور جب حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ پر بات آکر رُکی تو حضرت علیؑ نے ان شرائط میں سے ایک شرط کو ماننے سے انکار کر دیا جب کہ حضرت عثمانؓ نے وہ شرط مان لی لہذا خلیفہ منتخب ہو گئے۔چوتھے خلیفہ حضرت علیؑ وہ واحد خلیفہ تھے جنہیں اُمت نے مجبور کیا کہ وہ خلیفہ بنیں۔گویا صرف علیؑ کو اجماعِ ملت نے خلیفہ منتخب کیا۔میں اس سسٹم System پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتی نہ ہی کسی متنازعہ مسئلہ پر بحث کا آغاز کرنا چاہتی ہوں بلکہ خود کو تاریخ کے حوالوں تک محدود رکھتے ہوئے، یہ سوچتی ہوں کہ مسلمانوں کے کسی بہ اتفاق رائے منتخب Uninanimously elected خلیفہ کی نافرمانی کرنے کو یا ان سے بغاوت کرنے کو اسلامی دستور اور مذہب میں کیا کہا جائے؟

میں نے کچھ عالمان دین مبین سے بھی رجوع کیا لیکن کہیں سے مجھے واضح اور مدلّل جواب نہیں ملا سوائے ایک دلیل کے جو زیادہ تر لکنت زدہ لفظوں کی صورت میں سامنے لائی گئی کہ؛

"امیر معاویہ بہر حال کاتبِ وحی کے منصب پر فائز رہے ہیں اس لئے
ہم انہیں غلط کیسے کہیں؟"

یہ بات اگرچہ اپنی جگہ بحث طلب ہے کہ امیر معاویہ اگر کاتبِ وحی رہے تو کب اور کیسے؟ لیکن اگر اس بات کو بغیر بحث تسلیم کر بھی لیا جائے تو کاتبِ وحی تو مروان ابن حکمؓ کو بھی کہا گیا ہے جسے ایک غلطی کی پاداش میں نبی ء کریم نے شہر بدر کر دیا تھا۔گویا کبھی کوئی ایک غلطی بھی اتنی شدید ہو سکتی ہے کہ رحمتِ کونین،

Marfat.com

دشمنوں کو معاف کرنے والا، حتیٰ کہ ابو سفیان جیسے مستقل دشمن کو معاف کر دینے والا رحمت اللعالمین نبی بھی سخت سزا دے سکتا ہے۔ اور پھر اس بات سے تو اختلاف ممکن ہی نہیں کہ جب دو طاقتیں ایک دوسرے سے متحارب نظر آتی ہیں تو ان میں سے ایک کا صحیح اور ایک کا غلط ہونا لازمی ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دونوں صحیح ہیں؟ اور اگر دونوں صحیح ہیں تو پھر اختلاف کیسا؟ مسلمانوں کے خلیفہ علیؑ، اور حاکم شام امیر معاویہ میں کئی جنگیں ہوئیں۔ میں اہل فکر و نظر علمائے کرام سے، اپنے علم اور اپنے ایقان کے لئے، جاننا چاہوں گی کہ حق پر کون تھا اور غلطی پر کون؟

چودہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی آج مسلمان دوراہے پر کھڑا نظر آتا ہے۔ اسلام تو جرأت اور بیباکی کا سبق دیتا ہے۔ بت پرستی کے دور میں جب خانہء کعبہ بتوں سے بھرا پڑا تھا، ہر قبیلہ کا اپنا بت تھا اس دور میں اسلام کا پہلا اعلان تھا؛

"نہیں ہے کوئی خدا، مگر اللہ"

کیا ضروری تھا کہ پہلے سارے خداؤں کی نفی کی جائے، ہر قبیلہ اور ہر فرد کی دشمنی کے اسباب پیدا کئے جائیں اور بعد میں خدائے لایزال کا ذکر کیا جائے۔ وہ اسلام جس نے حقوقِ انسانی (Human Rights) کو ہر چیز پر ترجیح دی، حتیٰ کہ بعض حالات میں عبادت پر بھی۔ وہ اسلام جس نے کہا "دوسروں کے دین پر جبر نہ کرو"۔ وہ اسلام جس نے کمزوروں، لاچاروں، عورتوں اور بچوں سے (بلاتفریق مذہب و ملت) نرم سلوک کرنے کا حکم دیا، وہ اسلام جس نے دوسروں کی دل آزاری کو منع کیا، اس اسلام کا پہلا اعلان جھوٹے خداؤں کی نفی کر کے کیا گیا۔ کیا یہ ان جھوٹے خداؤں کے ماننے والوں کی دل آزاری نہیں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام حق کے اعلان میں ابہام نہیں چاہتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ حق بات ڈنکے کی چوٹ کہو اور پھر خلقِ خدا سے نرم رویّہ رکھو۔ انسانی حقوق کا تحفظ کرو۔ انسانوں کو انسانوں کی طرح جینے دو۔ ان تک محبت سے اپنا پیغام پہنچاؤ۔

حضرت علیؑ کو مسندِ خلافت پر کل چار سال ملے۔ اس مختصر عرصے میں امیر معاویہ کی پھیلائی ہوئی افراتفری سے بھی نپٹنا تھا اور ملت کی نگہبانی کے فرائض کی انجام

Marfat.com

دہی بھی انکے پیشِ نظر تھی ۔مزید برآں امیر معاویہ نے علیؑ کو جنگوں میں بھی مصروف رکھا۔اور پھر۲۱، رمضان المبارک کی سحر کو جب علی نماز صبح میں مصروف تھے. ابن ملجم نے حضرت علیؑ کے سر پر زہر میں ڈوبی ہوئی تلوار سے ضرب لگائی جس سے علیؑ جانبر نہ ہوسکے ۔یہ بات اتنی مختصر بھی نہیں ہے جس اختصار سے میں لکھ رہی ہوں ۔تاریخ نے ابن ملجم کی ضرب کے پس منظر کو وضاحت سے بیان کیا ہے مگر میں تاریخی واقعات کے سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے صرف اس پر اکتفا کرتی ہوں کہ علیؑ شہید ہوگئے۔

اس وقت تک اسلامی دنیا میں امیر معاویہ کی سلطنت کا خوف طاری ہو چکا تھا۔ اور یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے اسلام کا مرکز دمشق بن چکا ہو۔علیؑ نے اسلام کی جس شیرازہ بندی کی کوشش کی ان کی شہادت کے بعد ایک بار پھر ملت بحران میں مبتلا ہو گئی ۔رسم دنیا کے مطابق لوگ شہنشاہیت کے اثر میں آنے لگے اور اللہ کے دین پسند بندوں نے امام حسنؑ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔شہنشاہیت نے کچھ ایسی صورت حال پیدا کردی کہ کمزور فکر کے مسلمان بھی یہ سوچنے لگے کہ امام حسنؑ بھی شاید کوئی مملکت بنانا چاہتے ہیں ۔ایسے میں امام حسنؑ نے وہی کچھ سوچا جو حضور نے صلح حدیبیہ کے وقت سوچا تھا ۔ایک صورت یہ تھی کہ حسنؑ تلوار لے کر امیر معاویہ کے مقابل آجاتے اور اسلام میں ایک نئی خانہ جنگی شروع ہو جاتی ۔حسنؑ جانتے تھے کہ امیر معاویہ کا مقصد حکومت اور اپنے اقتدار کو قائم رکھنا ہے خواہ اسلام ختم ہوجائے اور نواسہ ء رسولؐ ، امام حسنؑ کے پیش نظر یہ تھا کہ اسلام باقی رہے خواہ خون کے گھونٹ پینے پڑیں ۔امیر معاویہ کا مقصد تھا کہ امام حسن جو شرائط چاہیں پیش کریں مگر خلافت سے دستبردار ہو جائیں ۔امام نے امیر معاویہ سے صلح منظور کرلی ۔صلح نامہ مرتب ہونے کا وقت آیا تو امیر معاویہ نے پہلے امام حسنؑ سے کہا کہ وہ اپنی شرائط بتائیں ۔امام حسنؑ نے اپنی شرائط لکھ کر امیر معاویہ کو بھیج دیں۔

"تاریخ ابوالفدا"، "تاریخ طبری"، "روضۃ الاحباب" ،روضۃ الصفا میں صلحنامہ ء حسنؑ کی شرائط نقل کی گئی ہیں ۔ "صواعق محرقہ" میں ابن حجر نے بھی تفصیلات دی ہیں ۔یہی نہیں بلکہ کم و بیش ساری مصدقہ تواریخ میں صلحنامہ ء حسنؑ کا

Marfat.com

ذکر ہے۔لیکن کسی کتاب میں امام حسنؑ کی طرف سے پیش کی گئی پانچ شرائط کا ذکر ہے اور کسی میں سات شرائط کا۔یہ شرائط پانچ تھی یا سات، ان شرائط نے بنی نوع انسان کی آنکھوں سے پردے ہٹا دئے۔امام حسنؑ کی شرائط یہ تھیں؛

(۱) معاویہ، قران کے احکامات اور سنتِ رسولؐ میں کوئی تحریف یا تبدیلی نہیں کرے گا۔

(۲) معاویہ اپنے بعد، امر خلافت کسی کے سپرد نہیں کرے گا بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دے گا۔

(۳) تمام بلادِ خدا میں بنی نوع انسان کو، خواہ وہ شام میں ہو یا عراق میں، حجاز میں ہو یا یمن میں، امن وامان کے ساتھ رہنے دیا جائے گا۔

(۴) معاویہ، خدا کے سامنے اقرار کرتا ہے کہ کبھی ظاہر یا باطن میں امام حسنؑ، امام حسینؑ یا اہلبیتِ رسول میں سے کسی کو آزار نہیں پہنچائے گا۔

(۵) معاویہ کی عملداری میں حضرت علیؑ پر لعنت نہیں کی جائے گی اور قنوتِ نماز میں جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے، علیؑ پر تبرّا نہیں ہوگا۔

(۶) اصحابِ علیؑ اور شیعانِ علیؑ اپنی جان، مال اور اہل وعیال کے ساتھ امن میں رہیں گے۔

امیر معاویہ کی جو شرائط سامنے آئیں ان میں یہ بھی تھا کہ امیر معاویہ کی طرف سے ہر سال ایک مخصوص رقم امام حسنؑ کر بطور خراج نذر کی جائے گی۔لیکن یہ شرط اور دیگر شرائط میرے موضوع کے اعتبار سے اہم نہیں ہیں البتہ جو شرائط امام حسنؑ نے پیش کی تھیں وہ تاریخ کے چہرے سے پردے اٹھا دینے والی ہیں۔ان شرائط سے عالم انسانیت کو پتہ چلا کہ امیر معاویہ کے دربار اور عملداری میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے امام حسنؑ نے صلح کر کے نہ صرف رکوانے کی کوشش کی بلکہ تاریخ میں محفوظ کر دیا۔مذکورہ بالا تواریخ میں سے زیادہ تر میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کو ماننے سے بضد ہو کر انکار کیا تھا کہ امیر معاویہ کی عملداری میں علیؑ پر لعنت نہیں بھیجی جائے گی۔امام حسنؑ کو راستے سے ہٹانے کے لئے امیر معاویہ کو حسنؑ کی ہر شرط منظور تھی سوائے اس کے کہ

Marfat.com

علیؑ پر تبرّا بند کیا جائے۔ تواریخ، معاویہ کے انکار کو لکھنے کے بعد خاموش ہو گئی ہیں لیکن عقل کہتی ہے کہ اس شرط کو تسلیم کئے بغیر معاہدہ کی تکمیل قرین قیاس نہیں۔ البتہ اس شرط پر دونوں فریقوں کا اصرار یہ ثابت کرتا ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کے منتخب خلیفہ، حضرت علیؑ پر تبرّا ہوتا تھا اور ایک اہم بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ تبرّا سنتِ معاویہ ہے۔

عامر ابن سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ معاویہ نے (میرے والد) سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تجھے کیا چیز روکتی ہے علیؑ کو گالی دینے سے؟
(میرے والد) سعد ابن ابی وقاص نے جواب دیا کہ علیؑ کے لئے تین چیزیں جو رسولؐ نے ارشاد فرمائی ہیں، "حدیثِ منزلت"، "حدیثِ خیبر" اور "مباہلہ میں علیؑ کی شمولیت"۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۷۸)

میں یہ تاریخ صرف مسلمانوں کے لئے بیان نہیں کر رہی ہوں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ کربلا کی تاریخ اور اس کا تاریخی پس منظر عالمِ انسانیت کے سامنے پیش کروں اسی لئے اس کتاب کو اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور شاید پنجابی زبانوں میں بھی اشاعت کا ارادہ ہے۔ مسلمان بھائی اور بہنیں حدیثِ منزلت، حدیثِ خیبر اور مباہلہ سے ضرور واقف ہوں گے لیکن اُن پڑھنے والوں کے لئے جو تاریخِ اسلام اور احادیثِ رسول سے واقفیت نہیں رکھتے (جن میں یورپ میں پروان چڑھنے والی مسلمان نسل بھی شامل ہے) زیرِ حوالہ احادیث اور ان کا سیاق و سباق مختصراً بیان کر رہی ہوں۔

حدیثِ منزلت:۔

قال النبی صل علی علیہ و صلعم لعلی اما ترض ان تکونَ مِنّیَ بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔
"نبی صل اللہ و علیہ و صلعم نے علیؑ سے فرمایا کہ تو اس پر خوش نہیں ہے کہ تیری مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی"
صحیح بخاری ج ۱، ص ۵۲۶ مطبوعہ اصح المطابع، دہلی ۱۳۷۵ھ)

حدیثِ خیبر:۔

"قال النبی صل اللہ و علیہ و صلعم یَومَ خیبر لا عطِینّ الرّایتہ غداً رجلاً یفتح اللہ علی یدید یُحبّ اللہ و رسولہٗ و یُحبّتہ اللہ و رسولہ"
"نبی صل اللہ و علیہ و صلعم نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل علم اس کو دوں گا جو

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ اسکے ہاتھوں پر خیبر فتح کرے گا"

(صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۲۲ مطبوعہ ایضاً)

مباہلہ:۔

قرآن حکیم، آل عمران آیۃ ۶۱۔

فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ............... الآیہ

"پھر جو کوئی تجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اسکے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو کہدے آؤ، ہم لپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہوں"

(موضح القرآن: ایک مناظرہ میں نصاریٰ کوئی دلیل ماننے کو تیار نہ ہوئے اور بحث برائے بحث کرنے لگے تو یہ آیۃ نازل ہوئی تھی، جب احکام قران کے تحت نبیؐ کریم اپنے ساتھ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو لے کر میدان مباہلہ میں تشریف لائے تو نصاریٰ نے کہا یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ اگر انہوں نے بد دعا کی تو ہماری ساری قوم تباہ ہو جائے گی اور نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔

"سعد ابن ابی وقاص نے روایت کی کہ جب یہ آیۃ مباہلہ نازل ہوئی تو پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور کہا۔ اے اللہ بس یہ میرے اہلبیت ہیں"

(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۸ مطبوعہ اصح المطابع، دہلی ۱۳۷۶ھ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸)

صلحنامہ۔ حسنؑ میں امیر معاویہ نے علیؑ پر تبرا بند کرنے کی شرط مانی تھی یا نہیں لیکن ہوا یہ کہ معاویہ کے دور سے یزید اور پھر یزید کے چوتھے جانشیں حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ تک علیؑ پر تبرّا ہوتا رہا، تاآنکہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے حکماً اسے رکوایا۔ امام حسنؑ کی یہ شرط کہ بلادِ خدا میں ہر انسان، خواہ وہ شام میں، ہو یا عراق میں، حجاز میں ہو یا یمن میں امن و امان میں رہے گا واضح طور پر ایک اعلان ہے کہ اسلام نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کو تحفظ دیا ہے اور عالمِ انسانیت کے لئے سوچا ہے۔

Marfat.com

صلحنامہ ء حسنؑ کا بھی کم و پیش وہی حشر ہوا جو صلحنامہ ء حدیبیہ کا ہوا تھا۔ وہاں بھی بنی اُمیّہ اور کفار قریش نے مسلسل معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی جس کے نتیجے میں تاریخ عالم کو کہنا پڑا کہ رسولؐ نے اپنی اور مسلمانوں کی طرف سے ہر حجّت تمام کی اور اب ان کے پاس مکّہ کی طرف پیش قدمی کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اور یہاں بھی امیر معاویہ کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی، جس کا نتیجہ کربلا کی صورت میں نکلا۔

صلحنامہ کی پہلی شرط کے الفاظ تھے کہ " معاویہ قرآن کے احکامات اور سنتِ رسولؐ میں تبدیلی نہیں کرے گا " ..... لیکن امیر معاویہ نے اسلام میں شہنشاہیت Imperialism کو داخل کرکے اسلام کے پیغامِ اخوّت و مساوات سے انحراف کیا۔ نماز میں دورانِ قنوت، علیؑ پر تبرّا شامل کرکے نماز میں تبدیلی کی۔

دوسری شرط کے مطابق امیر معاویہ کو اپنے بعد امرِ خلافت کسی دوسرے کے سپرد کرنے کا اختیار نہیں تھا بلکہ یہ امر مسلمانوں پر چھوڑنا تھا..... لیکن امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی یزید کو خلیفہ نامزد کیا اور مسلمانوں سے، اپنی طاقت کے بل پر، بیعت لینی شروع کی۔ مسلمانوں کی کثرت نے اپنے جان و مال کے خوف سے سر جھکا دیا لیکن سرکردہ مسلمانوں نے مخالفت کی جنہیں امیر معاویہ نے حتی المقدور سخت سزائیں دیں خود ام المومنین، زوجہ ء رسولؐ حضرت عائشہؓ نے اس کی مخالفت کی اور امیر معاویہ نے ان کے ساتھ بھی بہتر سلوک نہیں کیا۔

" حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ معاویہ مدینے میں منبر رسول پر بیٹھے یزید کی بیعت لے رہے تھے تو حضرت عائشہؓ نے اپنے حجرے سے پکار کر کہا:
" خاموش ہو جاؤ۔ کیا کر رہے ہو؟ کیا تم سے پہلے شیخینؓ نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی؟" معاویہ نے کہا "نہیں" تو حضرت عائشہؓ نے کہا "تو پھر تم کس کی پیروی کرتے ہو؟"۔ معاویہ یہ سن کر منبر سے اتر آئے۔

(شہیدِ انسانیت، بحوالہ جلال الدین سیوطی۔ تیسرا ایڈیشن، ص ۱۴۹)

اپنے نانا رسولِ اکرمؐ کے وصال سے علیؑ کی خلافت تک اور علی کی خلافت سے

Marfat.com

امام حسنؑ کی شہادت تک، سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور حسینؑ چپ ہیں۔ صلحنامہ، حسنؑ ہوا، حسینؑ دیکھ رہے ہیں اور چپ ہیں۔ تربیتِ رسولؐ اور اسلام کے ڈسپلن کا یہی تقاضہ تھا۔ اسلام کو شہنشاہیت، مطلق العنانی، ظلم اور جبر کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، حسینؑ چپ ہیں۔ امیر معاویہ کی وسیع و عریض سلطنت میں منبروں سے علیؑ پر تبرا ہو رہا ہے، حسینؑ چپ ہیں۔ حسنؑ کی شہادت کے بعد مسجدِ نبوی میں، نانا رسول اللہ کی آغوش میں جہاں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پہلے سے دفن ہیں، حسنؑ کی میت کو دفن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو حسنؑ کی میت پر تیر برسائے جاتے ہیں اور حسنؑ کو مسجدِ نبوی میں دفن نہیں کیا جا سکا، حسینؑ چپ ہیں۔ حکومت شام کی طرف سے مقرر کردہ والیٔ مدینہ کے دربار میں، اسلام کے نام پر، احکامِ اسلامی کے خلاف انسانیت سوز اقدام ہوتے ہیں۔ اسلام کی اقدار سے انحراف کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، حسینؑ چپ ہیں۔ امیر معاویہ کی طرف سے یزید ابن معاویہ کی خلافت کا اعلان ہوتا ہے، حسینؑ چپ ہیں۔

لیکن جب حسینؑ کو یزید کا حکم سنایا جاتا ہے کہ "حسینؑ، یزید کی بیعت کریں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا" تو حسینؑ کی طرف سے حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اب وہ نازک وقت تھا کہ اگر حسینؑ ایک فاسق و فاجر، اسلامی اور انسانی اقدار سے منحرف، مطلق العنان فرمانروا یزید کی بیعت کر لیتے تو اسلام وہی ہوتا جس پر یزید عمل پیرا تھا۔ شہنشاہیت کو کھلی چھٹی مل جاتی کہ وہ انسانیت کو جیسے چاہے روندے اور رسولِ اسلام جو مساوات، اخوت، انسان دوستی، فقر و تقویٰ، اور انسانی حقوق کا علمبردار اسلام لے کر آئے تھے اس کی جگہ شہنشاہیت، ملوکیت، آمریت، اور طاقت کے بل پر انسانوں کو غلام بنانے کا نام اسلام ہوتا۔ انسانی اقدار کو پامال کرنے کا نام اسلام ہوتا شراب، جُوا، حرام کاری جو یزید کے مشرب میں روا تھیں، ان ساری لغویات کا نام اسلام ہوتا..... حق وہ ہوتا جسے شہنشاہ چاہے۔ سچائی وہ ہوتی جسے دربار کی حمایت حاصل ہو۔ اصول وہ ہوتے جنہیں عالم پناہ پسند فرمائیں۔ طاقت والوں، آمروں اور فرمانرواؤں کی پسند اور ناپسند پر انسانوں کی زندگی اور موت کا انحصار، اسلام کہلاتا۔

Marfat.com

حسینؑ کو یہ کسی طرح منظور نہیں تھا کہ ان کے نانا کے لائے ہوئے دین کو مسخ کر دیا جائے۔ حسینؑ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ کچلی ہوئی، ظلم و جبر کے قدموں سے پامال انسانیت، جسے رسولؐ اسلام نے جینے کا سلیقہ دیا تھا، زبان کھولنے کی ہمّت دی تھی اپنا حق مانگنے کی جرأت دی تھی وہ پھر دم توڑ دے اور ظلم کے رحم و کرم پر ہو جائے ..... پس حسینؑ نے بیعت سے انکار کر دیا اور کربلا سجانے کا ارادہ کر لیا۔ حسینؑ کو حرمتِ مدینہ کا بھی پاس تھا اور انہیں یہ بھی منظور نہیں تھا کہ مدینے میں کسی رات چھُپ کر انہیں قتل کر دیا جائے اور اُن کا مقصدِ قربانی عالم انسانیت تک نہ پہنچے۔

حسینؑ نے کتنا صحیح سوچا تھا۔ آج جب کہ ساری معتبر تورتخ میں کربلا کے واقعات محفوظ ہیں، یزید اور آلِ ابی سفیان کے سارے حالات درج ہیں، اسلام دشمن طاقتیں تو درکنار خود سادہ لوح مسلمانوں کی اکثریت، اسلام کی حقیقی تاریخ تک نہیں پہنچ پاتی اور مسلم سلاطین یا آمریت کی تاریخ کو تاریخِ اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ:

"جگہ جگہ تاریخ کی متضاد قوتیں اسلام کی دعویدار اور مسلمان ہونے کا اعلان کرتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً علیؑ بھی مسلمان اور ابو سفیان بھی مسلمان۔ حسنؑ بھی مسلمان اور امیر معاویہ بھی مسلمان۔ حسینؑ بھی مسلمان اور یزید بھی مسلمان۔ عباسؑ بھی مسلمان اور شمر بھی مسلمان۔ حر بھی مسلمان اور حرملا بھی مسلمان۔ بنی ہاشم بھی مسلمان اور بنی امیہ و بنی عباس بھی مسلمان سلمانؓ، ابوذرؓ، میثمِ تمارؓ ایسے صحابہ کرام بھی مسلمان اور وہ صحابہ رسول بھی مسلمان جو اجماعِ ملتِ مسلمہ کے منتخب کردہ خلیفہ علیؑ کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ اور آج آغائے خمینیؒ بھی مسلمان اور آلِ سعود بھی مسلمان؟"

(مرثیہ نظم کی اصناف میں ---سید عاشور کاظمی)

حسینؑ اگر کربلا میں قربانی نہ دیتے، زینبؑ بازاروں اور درباروں میں خطبے نہ دیتیں تو خود مسلمانوں تک رسول کا اسلام نہ پہنچتا اور شاید مسلمان بھی آلِ امیہ کے رویوں کو اسلام سمجھتے۔ مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد بھی چھ سو سال تک کم و بیش وہی نظام چلا جو بنی اُمیّہ نے شروع کیا تھا لیکن یہ اعجاز کیا کم

Marfat.com

ہے کہ کربلا نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا اور آج کا کا علم دوست صاحب نظر انسان کہہ سکتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ رسولؐ و آل رسولؐ کا اسلام کیا ہے اور شہنشاہیت کا اسلام کیا ہے؟ آج کی لٹی پٹی انسانیت کو یہ جو احساس ہے کہ دنیا میں پھر ظلم اور باطل کی فرمانروائی ہے، یہ احساس، حسینؑ کا صدقہ ہے۔

میں نے برطانیہ کے ریڈیو سٹیشن سے جو کربلا کی تاریخ سنائی ہے، جو پیغام دیا ہے اس کا تخاطب، مغرب میں پروان چڑھنے والی مسلمان نسل سے زیادہ ان لوگوں سے ہے جو اسلام کو نہیں پہچانتے اور مغرب کی اسلام دشمن طاقتوں کے اس پروپیگنڈے کا شکار ہیں کہ اسلام دہشت گردی کا نام ہے۔ مغرب میں تو صدیوں کلیسا نے اور راہبوں نے اپنے عوام کو عیسائیت سے دور رکھا اور عیسائیت کے نام پر راہبوں کے پیغام کو حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کے طور پر پیش کیا جاتا رہا۔ اسی لئے انجیل Bible میں جو تبدیلیاں لائی جاتی رہیں ان سے عیسائی عوام بے بہرہ رہے اور آج آنکھ کھلی ہے تو بہت دیر ہو چکی ہے اور عیسائی اصل انجیل Bible سے محروم ہو گئے ہیں۔

میں اس بنی نوع انسان تک اور خاص طور پر مغربی طاقتوں تک یہ پیغام پہچانا چاہتی ہوں کہ تم جس اسلام کو اسلام سمجھ رہے ہو وہ رسولؐ اسلام کا لایا ہوا اسلام نہیں بلکہ شہنشاہیت کا پھیلایا ہوا اسلام ہے۔ اسلام تو وہ ہے جسے رسولؐ نے پیش کیا اور جس کی بقا کے لئے رسولؐ کے نواسے حسینؑ نے جان دیدی۔ ہے کرہ ء ارض پر کوئی دوسرا انسان جس نے حسینؑ سے زیادہ مصائب کو اس صبر کے ساتھ برداشت کیا ہو؟۔

ممکن ہے کوئی مغرب زدہ انسان یا پھر اپنی مصلحتوں اور قانون ضرورت کے اسیر آقاؤں کا نمائندہ یہ سوال کرے کہ بعض مسلمان تو خود کربلا کو دو شہزادوں کی جنگ کہہ کر حسینی اور یزیدی اقدار کو خلط ملط کرتے نظر آتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت تو وہ ہے جو اپنی سادہ لوحی کے سبب اسلام کی تاریخ سے متصل نہیں ہے خصوصاً جبکہ اسلام کی تاریخ اور مسلم سلاطین کی تاریخ اس طرح ملا دی گئی ہے کہ پہچان مشکل ہو رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جو ہزاروں لوگ قتل

Marfat.com

حسینؑ میں شریک تھے یا جن تک مقصدِ شہادت حسینؑ نہیں پہنچا، یا وہ لوگ جو شہنشاہیت کی تراشیدہ حکایتوں اور روایتوں کے شکار ہوگئے، آخر ان کی نسلیں آسمانوں پر تو نہیں اٹھالی گئیں؟ وہ بھی اس روئے زمین پر پروان چڑھ رہی ہیں۔ تم اسلام کو دیکھنا چاہو تو رسولؑ کا اسلام دیکھو، رسولؑ، آلِ رسول اور ایسے اصحاب کا کردار دیکھو جو اتباعِ رسول اور اپنے تقویٰ کے سبب "من اہلبیتی" کے مدارج پر فائز ہوئے۔ حسینؑ کے کردار کو دیکھو، رفقائے حسینؑ کے کردار کو دیکھو، زینبؑ کے کردار کو دیکھو تو تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ اسلام کیا ہے؟۔

برطانیہ میں علما، صوفی، پیر، اور تبلیغی جماعت کے اکابرین تبلیغِ دینِ مبین کے لئے آتے رہتے ہیں اور آئے دن یہاں ختمِ نبوت کانفرنس، میلاد شریف، وعظ شریف ذکر شریف حتیٰ کہ دعا شریف کی محفلیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں دینِ حق کے لئے نیک نیتی سے کئے جانے والے ہر عمل کا احترام کرتی ہوں لیکن ان سارے علماء کرام سے ایک گذارش کرنی چاہتی ہوں کہ مغرب میں آباد مسلمانوں کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ پوری دنیا پر ثابت کیا جائے کہ اسلام دہشت گردی کا نام نہیں بلکہ اسلام تو دہشت گردی کے خلاف ہے، تاکہ مغرب میں پروان چڑھنے والے مسلمان بچے سر اٹھا کر چل سکیں۔ اور اگر اہلِ مغرب اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر یہ بات نہ سمجھنا چاہیں تو کم از کم ہماری نئی نسلیں تو یہ جان لیں کہ ان کا مذہب، ان کا ورثہ، وہ اسلام ہے جس کے مقابل دنیا کے سارے نظام ہیچ ہیں، اور یہ بات سمجھانے کے لئے جب تک کربلا کی تاریخ، اس کا پس منظر اور حسینؑ کی قربانی کا مقصد اس نئی نسل کو نہیں سمجھایا جائے گا بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ لہٰذا اسلام کے سارے مکاتیبِ فکر کے علماء، خدا را نئی نسل کو حسینؑ کی قربانی سے روشناس کرائیں۔

نئی نسل کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ کربلا میں دو شہزادوں کی جنگ نہیں تھی بلکہ دو نظریوں کی جنگ تھی یعنی حق و باطل کی جنگ تھی۔ جبر، مطلق العنانی اور شہنشاہیت کے خلاف حریّت کی جنگ تھی۔ آدمیّت اور شیطنت کی جنگ تھی اور یہ جنگ کئی بار لڑی جا چکی ہے۔ شیطان نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو یہ جنگ

Marfat.com

لڑی گئی اور شیطان ہار گیا۔ ابراہیمؑ نے یہ جنگ نمرود سے لڑی اور نمرود ہار گیا۔ موسیٰؑ نے یہ جنگ فرعون سے لڑی اور فرعون ہار گیا۔ عیسیٰؑ نے یہ جنگ قوم یہود سے لڑی اور قوم یہود ہار گئی۔ حضرت محمدؐ نے یہ جنگ ابو جہل اور ابو سفیان سے لڑی اور ابو جہل و ابو سفیان ہار گئے۔ حسینؑ نے یہ جنگ یزید سے لڑی اور بظاہر حسینؑ کا سر قلم ہو گیا، حسینؑ کا گھر اجڑ گیا، حسینؑ کے خیمے جلا دئے گئے، حسینؑ کی ناموس اور آل رسول کو سرننگے بازاروں میں پھرایا گیا لیکن یزید یہ جنگ ہار گیا۔

میں نے اپنی بساط کے مطابق ریڈیو سے پیغام حسینؑ کی تشہیر شروع کر دی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر مسلمانوں ہی نے اپنے اپنے مکتبہ فکر میں اسیری کی بنیاد پر اس کی مخالفت نہ کی تو اب یہ سلسلہ چلے گا۔ ہر ریڈیو سٹیشن، کم یا زیادہ، اس سلسلے میں پیش قدمی کرے گا۔ علمائے کرام اگر کربلا کی صحیح تاریخ کو آگے بڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیں تو یہ اسلام کی خدمت بھی ہو گی اور عالم انسانیت کی بھی۔ آخر رسول کریم جو پیغام لائے وہ عالم انسانیت کے لئے ہی تو تھا اسی لئے تو اللہ نے انہیں رحت للمسلین نہیں بلکہ رحمت اللعالمین کے لقب سے پکارا۔ اگر شہنشاہیت نے اسلام کو مسخ کرنے کی منظم کوششیں کی ہیں تو آپ اسلام کا صحیح پیغام بنی نوع انسان تک پہنچانے کا فریضہ ادا کیجئے اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اگر اب بھی اس طرف توجہ نہ دی گئی تو پھر تیار رہیئے نہ جانے کتنے رشدی اور پیدا ہوں گے۔

.....

Marfat.com

----- ہوا کے دوش پر

(ریڈیائی نشریات)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

(یکم محرم الحرام مطابق ۳۱، مئی ،۱۹۹۵)

Signature Tune

یہ سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ ہے، 1260 کلوہرٹ پر۔

Sig. Tune

اس وقت دوپہر کے دو بج کر سات منٹ ہوئے ہیں۔

آواز کی دنیا کے دوستوں کی خدمت میں شبانہ انجم کاظمی کا آداب، سلام، نمستکار، ست سری اکال، جے شری کرشنا۔

Sig. Tune

سب سے پہلے میں اپنے پروگرام "آئینہ" میں اپنے سننے والوں کا استقبال کرتی ہوں، سواگت کرتی ہوں، Welcome کرتی ہوں۔

دوستو، آج اسلامی کلینڈر کے مطابق سال کا پہلا دن ہے یعنی محرّم کی پہلی تاریخ ہے۔

آج سے چودہ سو برس پہلے دنیائے عرب میں جہالت، ظلم، بربریت کا دور دورہ تھا۔ انسان کی بڑائی اس بات میں تھی کہ کون کتنی طاقت رکھتا ہے، کتنا ظلم کر سکتا ہے غلاموں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

ایسے میں دنیا بنانے والے نے انسان کی تکالیف اور مصائب دور کرنے کے لئے اپنا ایک نمائندہ دنیا میں بھیجا، جس نے آکر کہا؛

انسان کی عظمت، طاقت میں نہیں بلکہ سچائی، دیانت داری اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں ہے۔

یہ نمائندہ ایک دستور لایا، ایک الہامی کتاب لایا۔

Marfat.com

اس نے کہا۔ "عورتوں کے حقوق دو"۔
اس نے کہا۔ "غلاموں سے انسانوں جیسا سلوک کرو"۔
اس نے کہا۔ "تمہیں یہ حق نہیں کہ اپنے دائیں اور بائیں ہمسایہ سے یہ پوچھے بغیر کہ اس نے کھانا کھایا کہ نہیں، خود کھانا کھاؤ"۔
اس نے ظلم سہے، پتھر کھائے لیکن انسانیت کے اصولوں کی تبلیغ کرتا رہا۔
پھر ایک وقت آیا کہ یہ ہادی برحق پیغمبر، اپنے مشن کی تکمیل کرکے اپنے معبودِ حقیقی کے پاس چلا گیا۔ یہ نمائندہ حضرت محمدؐ کی ذاتِ گرامی تھی۔
ابھی پچاس سال بھی نہ گذرے تھے کہ وہی بربریت، وہی وحشت، وہی گھناونی اقدار لوٹ آئیں۔ اسلام میں سلطنت اور شہنشاہیت داخل ہو گئی۔ اور یزید حاکم وقت ہوا جو دولت اور طاقت کے نشے میں سرشار تھا۔
اسلام نے کہا تھا۔ "غلاموں کو آزاد کرو"..... یزید نے پوری ملت کو غلام بنا لیا تھا۔
اسلام نے کہا تھا۔ "سب انسان برابر ہیں، بڑائی صرف کردار و عمل میں ہے"..... یزید نے انسانوں میں درجہ بندی کر دی تھی۔
اسلام نے کہا تھا۔ "سچائی میں عظمت ہے، ایک دوسرے کی مدد کرنے میں بڑائی ہے"..... یزید نے دولت، طاقت، اور حکومت کو بڑائی کی پہچان بنا دیا تھا۔
طاقت کے نشے میں سرشار یزید نے یہ چاہا کہ حضرت محمد صل اللہ و علیہ و صلعم کے نواسے سیدنا امام حسین علیہ السلام سے بیعت لے تاکہ اس کی ساری حرکتیں آئندہ تاریخ میں اسلام کے نام سے یاد کی جا سکیں۔
بس یہی وہ وقت تھا جب امام حسینؑ نے یہ طے کیا کہ سچائی اور جھوٹ، ظلم اور مظلومیت، حق اور باطل میں فرق دنیا کو دکھا دیں۔ انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس جنگ کو وہ شکل دی کہ آج نہ صرف مسلمان بلکہ پوری دنیا کے دانشور، بلا تفریقِ مذہب و ملت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اصولوں کے لئے، سچائی کے لئے، انسانیت کے لئے امام حسین علیہ السلام سے زیادہ بڑی قربانی کسی نے نہیں دی۔ اس موقع پر جوش ملیح آبادی کا ایک شعر یاد آگیا۔ کیا خوب کہا ہے:۔

Marfat.com

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

آج ساری دنیا کے مسلمان امام حسینؑ کی شہادت کا غم منا رہے ہیں ۔ یہ غم ان کی شہادتِ عظمیٰ پر نہیں بلکہ انسانیت کے رشتے ان مظالم پر ہے جو مظلوم امام پر ڈھائے گئے ۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ کوئی بھی انسان ، چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب ، دھرم یا مکتبہ ء فکر سے ہو ، اگر ان واقعات کو سنے یا پڑھے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی آنکھ میں آنسو نہ آئیں ۔

میں ہر روز ان واقعات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی ۔ آج تو میں ایک سلام سے ابتدا کرتی ہوں جس سے میرے سننے والوں کو اندازہ ہوگا کہ چودہ سو سال پہلے ، عرب کی سرزمین پر ، اصولوں کی خاطر ظلم سے ٹکرانے والے ایک مظلوم کا تذکرہ آج برطانیہ میں ، لندن میں ، اور پوری دنیا میں کس عقیدت اور محبت سے کیا جاتا ہے ۔ کربلا ، اسی سرزمین کا نام ہے جہاں حق و باطل کی یہ جنگ لڑی گئی ۔ جہاں مظلومیت نے سر تو کٹا دیا لیکن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظلم کا سر جھکا دیا ۔

انساں اگر ہو حق پہ ، تو شاہد ہے کربلا
کٹتی ہے گردنوں سے بھی تلوار ، دیکھنا

(سید عاشور کاظمی)

دوستو ، میں اسی کربلا کے واقعات ، تاریخ کے آئینے میں دس محرّم تک ، روزانہ مختصراً آپ کو سناؤں گی جس کا عنوان ہوگا " کربلا ۔ تاریخ کے آئینے میں " اور پھر آپ سے پوچھوں گی کہ کربلا میں مظلومیت کی گردنوں سے ظلم کی تلوار کٹی یا نہیں ۔
اب آپ کی خدمت میں ایک سلام ، خلوص و احترام کے ساتھ ۔

زہراؑ تیری دعا ہے زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں پر عباسؑ کا علم ہے

Marfat.com

مظلومِ کربلا کا ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں، جب تک ہمارا دم ہے
ذلت کی زندگی سے، عزت کی موت بہتر
پیغامِ کربلا ہے، درسِ شہِ امم ہے
گھر جل رہے ہیں پھر بھی لب پر ہے ذکر تیرا
خوشیاں نثار جس پر، شبیرؑ تیرا غم ہے
نامِ وفا ہے زندہ عباسؑ با وفا سے
عاشور، کربلا سے اسلام کا بھرم ہے

دوستو، میں نے یہ سلام جس کیسٹ سے سنایا وہ ابھی تک آپ لوگوں نے کہیں نہیں سنا ہوگا لیکن میں امید کرتی ہوں کہ آنے والے چند مہینوں میں گھر گھر یہ البم (کیسٹ) سنا جا سکے گا۔ اس کے لئے میں جناب حیدر مہدی رضوی (بابا) کی ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ کیسٹ مجھے سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ کے سامعین کو سنانے کے لئے دیا۔ اس سلام کو لکھا ہے سید عاشور کاظمی نے اور پڑھا ہے رائے بریلی (ہندوستان) کے جانے مانے موسیقار، گلوکار اور فنکار قاسم علی خاں اور مشہور صاحب بیاض نوحہ خواں جناب نجمی اور ان کے ساتھیوں نے۔

دوستو مذہب نے کہیں نہیں کہا ہے کہ انسان دنیاوی فرائض سے منہ موڑ لے۔ اسلام تو زندگی کے ہر جائز عمل کو، بشرطِ خلوصِ نیت و اتباعِ حکم ربی، عبادت کے زمرے میں شامل کرتا ہے اس لئے میں محرّم کے اس مختصر پروگرام کے بعد اپنے روزمرّہ کے معمولات کو اپناتے ہوئے اپنے پروگرام "آئینہ" کی طرف لوٹتی ہوں۔

.....

Marfat.com

(۲ محرم مطابق یکم جون ۱۹۹۵ء)

Signature Tune

یہ سن رائز ریڈیو، ایسٹ مڈلینڈ ہے، 1260 کلوہرٹ پر
اس وقت دوپہر کے دو بج کر دس منٹ ہونے کو ہیں۔
آواز کی دنیا کے دوستوں کی خدمت میں، شبانہ انجم کاظمی کا سلام، آداب، نمستکار
ست سری اکال، جے شری کرشنا۔اینڈ very good after noon۔
آج پہلے ہم محرم کا ذکر کریں گے اس کے بعد پروگرام "آئینہ"...

..... فیڈ ان .....

مٹا نہ دین خدا کفر کے مٹانے سے
چراغ حق نہ بجھا، غیر کے بجھانے سے
حسینیت کو سرافرازیاں ہوئیں حاصل
یزیدیت کا نشاں مٹ گیا زمانے سے

..... فیڈ آؤٹ .....

ابھی جو سوز آپ نے سنا وہ لکھنؤ کے دلدار کاظمی صاحب کی آواز میں تھا۔
آج محرم کی دوسری تاریخ ہے۔

شہید ظلم، کلیجے ہلا دئے تونے
حسینؑ، درد کے دریا بہا دئے تونے
زہے کمال صداقت کہ زیر تیغ آکر
نگاہ خلق سے پردے اٹھا دئے تونے
ہر ایک ذرہ بے دل میں اک تڑپ بھر دی
دماغ وضع کئے دل بنا دئے تونے

میں نے نجم آفندی کے کلام سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔

Marfat.com

دوستو، تاریخ کا مطالعہ، کسی عقیدے کی عینک لگا کر نہیں، بلکہ کھلے دل اور روشن دماغ کے ساتھ کرنا چاہیئے ۔ میں کوشش کروں گی کہ آپ کو مسلم سلاطین Muslim Kings کی نہیں بلکہ اسلام کی تاریخ سناؤں، انسانیت کی تاریخ سناؤں ۔ پھر یہ تو کربلا کی تاریخ ہے، حق و باطل کی جنگ کی تاریخ ہے اور کربلا ایسی درسگاہ ہے جہاں انسانیت کا درس ملتا ہے ۔

..... فیڈ اِن .....

ذلّت کی زندگی سے، عزّت کی موت بہتر
پیغام کربلا ہے ،درسِ شہِ امم ہے

..... نوحہ.. فیڈ آؤٹ .....

کربلا کو آپ حضرت جوش ملیح آبادی کے الفاظ میں دیکھیئے:۔

کربلا، ایک تزلزل ہے محیطِ دوراں
کربلا، خرمنِ سرمایہ پہ ہے برقِ تپاں
کربلا، طبل پہ ہے ضربتِ آوازِ اذاں
کربلا، جرأتِ انکار ہے پیشِ سلطاں

فکرِ حق سوز، یہاں کاشت نہیں کر سکتی
کربلا، تاج کو برداشت نہیں کر سکتی

کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ یزید ابن معاویہ ابن ابو سفیان جب شام کے تخت پر بیٹھا، اس وقت بنی اُمیّہ کی سلطنت اور اقتدار کی ہیبت عوام پر اس درجہ طاری ہو چکی تھی کہ فاسق و فاجر یزید کی آوارگی اور بدکرداری پر کسی میں دم مارنے کی ہمت نہ تھی ۔

لوگ حکومت کے ظلم و ستم سے اس درجہ خائف تھے کہ انسانیت کی بے حرمتی اور دین کی اقدار کی پامالی تو ایک طرف، لوگوں میں خوفِ خدا کا احساس تک ختم ہو گیا تھا ۔

پوری ملت پر ایک بے حسی طاری تھی ۔

Marfat.com

ملر یزید جانتا تھا کہ مدینے کے محلہ ، بنی ہاشم میں ایک ایسا انسان بھی ہے جو اپنے معبود کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ جو سچائی کا حامی ہے، اپنے نانا کے دین کا محافظ ہے۔

اس انسان کا اسم گرامی تھا حسینؑ
فاتح خندق و خیبر علیؑ کا بیٹا حسینؑ
رسول اکرم محمد مصطفیٰؐ کا نواسہ حسینؑ

جو گوشہ نشین، خاموش، حکومت اور دنیاوی اقتدار سے بے نیاز، عبادتِ الٰہی میں مصروف، دین اور انسانیت کی اقدار کا پاسدار تھا۔

یزید کو ہر لمحہ یہ فکر تھی کہ نہ جانے کب لوگوں کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹ جائیں اور لوگ سچائی کی طرف چل پڑیں

اسی خوف میں مبتلا یزید نے مدینے کے گورنر ولید ابن عتبہ ابن ابو سفیان کو لکھا کہ فوراً حسینؑ سے بیعت لو اور انکار کی صورت میں انہیں قتل کر دو۔

میرے جو بہن بھائی بیعت کا مطلب نہیں سمجھتے ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتی چلوں کہ بیعت کا مطلب ہے کہ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے والا، جس کی بیعت کرتا ہے، اس کے ہر فعل، ہر عمل، ہر بات، اور ہر حکم کو بے چون و چرا قبول کرتا ہے اور اسے حق پر سمجھتا ہے۔

امام حسینؑ کے لئے کیسے ممکن تھا کہ وہ ایک بد کردار، فاسق و فاجر، دین کی اقدار کو پامال کرنے والے اور انسانیت کی توہین کرنے والے یزید کی ہر بات کو تسلیم کرتے اور اسے حق پر ہونے کی سند دے دیتے لہذا حسینؑ نے انکار کر دیا اور وطن چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔

..... فیڈ اِن .....

ذلّت کی زندگی سے، عزت کی موت بہتر
پیغام کربلا ہے، درس شہر امم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

ترکِ وطن کا سبب غالباً یہ تھا کہ امام حسینؑ مدینے جیسے مقدس شہر میں، جو

Marfat.com

امن و سلامتی کا شہر تھا، خون خرابہ نہیں چاہتے تھے۔اس کے برعکس امام حسینؑ کو اپنی در بدری گوارا تھی۔ وہ ملّت کو امن و امان کے زیر سایہ پروان چڑھتے دیکھنا چاہتے تھے۔

اس زمانے میں عرب کے بین الاقوامی قانون کے تحت، شہر مکہ ایسی جگہ قرار دی گئی تھی جہاں قتل و غارت گری نہیں ہو سکتی تھی۔چنانچہ امام حسینؑ اپنے خاندان کی عورتوں، بچوں اور جوانوں کو لے کر مکہ چلے گئے۔ مگر فرزندِ رسول کو اطلاع ملی کہ مکّہ میں بھی یزید نے امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لئے حاجیوں کے بھیس میں آدمی بھیج دئے ہیں لہذا عین حج کے دنوں میں امام حسینؑ کو مکّہ چھوڑنا پڑا۔

اِمام حسینؑ ایسی منزل کی طرف چل رہے تھے جس کا علم ان کے علاوہ کسی کو نہیں تھا۔راستے میں خانوادہ ء رسالت کے ماننے والے، اِمام کے قافلے میں شریک ہوتے، اور حسینؑ انہیں سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیتے

اِمام حسینؑ کا مقصد لشکر اکٹھا کرنا نہیں تھا۔

پھر ایک منزل پر یزیدی فوج کے ایک دستے نے حسینؑ کا راستہ روک لیا۔

اِمام سے پھر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا

اِمام نے فرمایا "ہم جیسے اس جیسوں کی بیعت نہیں کیا کرتے"۔

اِمام حسینؑ نے کہا ؛ میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتا مگر میں خود جا کر یزید سے بات کرنی چاہتا ہوں"۔

فوجی دستے کے کمانڈر "حرؔ" نے یہ بات نہیں مانی

امام نے فرمایا "میں یزید کا تخت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔وہ اگر اپنے برے کاموں پر مجھ سے سچائی کی مہر لگوانے پر مجھے مجبور نہ کرے تو میں اس کی سلطنت کی حدود سے کہیں باہر چلا جاؤں گا"۔

امام کی یہ پیشکش بھی قبول نہیں کی گئی۔

امام حسینؑ نے فرمایا "اے لوگو، میں جنگ و جدال نہیں چاہتا، مجھے سرزمینِ ہند کی طرف نکل جانے دو"۔امام کی یہ تجویز بھی نہیں مانی گئی۔

Marfat.com

بحث جاری تھی کہ امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ یزیدی دستے کے سپاہی حتیٰ کہ گھوڑے تک پیاس کی شدت سے نڈھال اور بے جان ہو رہے ہیں ۔آپ نے اپنے بھائی عباسؑ کو حکم دیا کہ پانی کے جتنے مشکیزے حسینی کارواں کے ساتھ ہیں ، وہ سب لائے جائیں اور یزیدی سپاہ اور گھوڑوں کو پانی پلایا جائے ۔

بہنو اور بھائیو

آواز کی دنیا کے دوستو

عرب کے تپتے صحرا میں جہاں دور دور پانی نہیں ملتا، جہاں شہنشاہ کی فوج کے پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور پوری فوج پیاس سے نڈھال اور نیم جاں ہے وہاں امام حسینؑ کی یہ دریادلی کہ اپنے قافلے کے ساتھ موجود پانی کا ذخیرہ دشمن کی فوج پر خرچ کر دیا، کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ اپنی ذات ، اپنے ساتھیوں ، عزیزوں ، عورتوں اور بچوں کی زندگی سے زیادہ ، ان کے پیش نظر انسانیت کے اصول تھے ؟

آج عالمی برادری United Nation جن انسانی اقدار Human Values کا پرچار کر رہی ہے کیا انہیں قابل عمل ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی ایسی مثال ہے جو اسلام کے دستور سے بہتر ہو ، اس اخلاق سے بہتر ہو جس کا مظاہرہ حسینؑ کر رہے ہیں ۔

حسینؑ چاہتے تو پیاس سے بے جان یزیدی فوج کے دستے کو تہہ تیغ کر ڈالتے مگر کسی مصیبت میں گرفتار، حالات سے مجبور بنی نوع انسان کی مدد کرنا اسلام کا دستور بھی ہے اور انسانیت کی اقدار بھی ۔۔اور حسینؑ تو انسانی اور اسلامی اقدار کے علمبردار تھے ۔

..... فیڈ ان .....

مظلوم کربلا کا ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں جب تک ہمارا دم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

یزید تلوار کی طاقت سے انسانی سروں پر حکومت کر رہا تھا جبکہ حسینؑ دلوں کی تسخیر کر رہے تھے ، غیرتِ انسانی کو چونکا رہے تھے ۔

Marfat.com

دم بخود انسانیت کو، مضمحل ایقان کو
تو نے چونکایا ہے مولا، غیرتِ انسان کو

یزیدی فوج کا دستہ پانی پی کر تازہ دم ہو گیا تو اس نے امام حسینؑ کے قافلے کا محاصرہ کر لیا۔ امام نے اپنا راستہ بدل دیا اور کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔

آج محرّم کی دوسری تاریخ، حسینی قافلہ کربلا پہنچ گیا۔ نہر فرات کے کنارے حسینؑ کے خیمے نصب ہو گئے۔ یزیدی فوج نے ذرا دور ہٹ کر دریا کے کنارے اپنے خیمے نصب کر لئے۔

کربلا کی زمین، بنجر زمین تھی۔ امام حسینؑ نے زمین کے مالکان، قبیلہ۔ بنی اسد (Bani Asad) کے لوگوں کو بلایا اور ساری زمین ان سے خرید لی۔

قبیلہ۔ بنی اسد کے لوگوں نے بہت التجا کی کہ مولا، آپ فرزند رسول ہیں، آپ امام ہیں، یہ زمین ہی کیا ہمارے جان و مال پر آپ کا تصرف ہے مگر مولا حسینؑ نے اصرار کر کے زمین کی قیمت ادا کی اور فرمایا؛

"میں اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا
اس زمین پر ہمارا خون بہایا جائے گا
اس زمین پر ہمارے لاشے بکھریں گے
اس زمین پر ہمارے خیمے جلائے جائیں گے
یہ زمین سادات کا مقتل بنے گی، ہم اس زمین پر تصرف نہیں چاہتے۔"

زمین کی قیمت ادا کرنے کے بعد امام نے فرمایا؛

"اے قبیلہ۔ بنی اسد کے لوگو
یہ زمین جو، اب ہماری ملکیت ہے، میں تمہیں عطیہ کرتا ہوں۔ اور تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جب ہم قتل کر دئے جائیں اور ہماری لاشیں بے گور و کفن چھوڑ کر یزیدی لشکر چلا جائے تو تم ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔"

اللہ اللہ۔ حسینؑ کو انسانی اقدار یعنی Human Values کا کتنا پاس تھا

Marfat.com

پیاس سے نڈھال دشمن کی فوج کو اپنا سارا پانی پلا دیا۔ بنجر زمین خرید کر اس کے مالکوں کو عطیہ کر دی۔ انسانی اقدار کی اس پاسبانی نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

۹، محرم کی رات ہے۔
امام حسینؑ کے خیمے دریا کی ترائی سے ہٹائے جا چکے ہیں،
حسینؑ پر پانی بند ہے، حسینؑ کے بچے تین دن سے پیاسے ہیں،
یزیدی فوج کے اسی دستے کا کمانڈر "حر" جس نے سب سے پہلے امام حسینؑ کا راستہ روکا تھا سوچ رہا ہے کہ یہ وہی حسینؑ ہیں جنہوں نے پیاس سے نڈھال لشکر کو پانی پلا کر زندگی بخشی تھی؟ آج اسی حسینؑ کے بچے تین دن سے پیاسے ہیں؟

حر کا ضمیر ساری رات اسے ملامت کرتا رہا۔ اور ۱۰ محرم، عاشور کی صبح وہی کمانڈر، وہی سالار، اپنے جوان بیٹے اور غلام کے ساتھ، یزیدی لشکر میں اپنا جاہ و حشم اور سہولتیں چھوڑ کر امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

..... فیڈ اِن .....
ذلت کی زندگی سے، عزت کی موت بہتر
پیغام کربلا ہے، درس شہِ امم ہے
..... فیڈ آؤٹ .....

یزیدی فوج کا کمانڈر حر امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچ گیا اور امام کی حمایت میں اپنے ہی لشکر سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔ حسینؑ کے صبر نے انسانی ضمیروں کو جھنجھوڑ دیا تھا۔

تیری ہمت نے حصارِ ظلم توڑا، اے حسینؑ
تو نے خوابیدہ ضمیروں کو جھنجھوڑا، اے حسینؑ
عزم و استقلال کا، ہر بول بالا کر دیا
تیری قربانی نے دنیا میں اجالا کر دیا

..... (صراط منزل)

دوستو، ایک طرف بھوک سے نڈھال، پاؤں سے بے حال، ۷۰ - ۷۲ بظاہر ناتواں اللہ والے اور دوسری طرف شاہی لشکر جسے ہر طرح کی سہولتیں میسر ہیں

Marfat.com

اور حسینؑ کو قتل کرنے پر بڑے بڑے انعامات کی پیشکش ہے۔ ہونا تو یہ چاہئیے تھا کہ حسینؑ کے بے سروسامان ساتھی، یزید کی طرف چلے جاتے اور انعام واکرام پاتے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حسین کا ایک ساتھی بھی ادھر سے ادھر نہیں گیا۔ ہاں، یزید کی فوج کا کمانڈر حر، ان کا بیٹا اور ان کا غلام، تین افراد حسینؑ کی طرف آئے۔

یہ کیا تھا؟
یہ تھی سچائی کی فتح
حق کی کامرانی
اصولوں کی جیت
اللہ کی حاکمیت کا منہ بولتا ثبوت۔

حسینؑ کا سر تو کٹ گیا، حسین کا گھر تو اجڑ گیا، حسینؑ کے خیمے تو جلا دئے گئے۔ لیکن

"لفظِ یزید، داخلِ دشنام ہو گیا"

ہے کوئی جو آج خود کو یزید کی اولاد کہلا سکے، جبکہ گلی، گلی، شہر، شہر، ملک، ملک سے یا حسینؑ، یا حسینؑ، یا حسینؑ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

..... فیڈ اِن .....

اسلام کو، اسلام بنانے والے
سوئی ہوئی دنیا کو جگانے والے
ششماہے کا ہنسنا تیرے ہاتھوں پہ حسینؑ
بھولیں گے تو کس طرح، زمانے والے

..... فیڈ آؤٹ .....(صراطِ منزل سے)

دوستو، آپ نے جس آواز میں یہ سوز سنا، اس بچے کے لئے صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ یہ بچہ صرف چودہ سال کا ہے اور مولا کی راہ میں گامزن، ریڈیو پر، T.V پر ہر جگہ سوز و سلام پڑھ رہا ہے۔ اس بچے کا نام ہے فرمان کاظمی۔ آپ اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندگی دے، صحت دے۔ آخر میں ایکبار پھر جناب حیدر مہدی رضوی ببا کا شکریہ جن کی مدد سے میں یہ سوز و سلام آپ کو سنوا رہی ہوں۔

Marfat.com

(۳ محرم مطابق ۲ جون ۱۹۹۵ء)

یہ سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ ہے، 1260 کلو ہرٹز پر۔
آواز کی دنیا کے دوستوں کی خدمت میں شبانہ انجم کاظمی کا سلام، آداب،
نمستکار، ست سری اکال، جے شری کرشنا۔
آج محرم کی تیسری تاریخ ہے۔ پہلے، آپ کی خدمت میں، کربلا کے کچھ واقعات۔
تاریخ کے آئینے میں، اور پھر پروگرام "آئینہ"

..... فیڈ ان .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی، سرزمیں پر، عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اس وقت دن کے دو بج کر چھ منٹ ہوئے ہیں۔ اب فرمان کاظمی کی آواز میں سوز:

..... فیڈ ان .....

باطل کو بے نشاں کیا، بے جان کر دیا
انسان کو حقیقتاً، انسان، کر دیا
صحرائے نینوا میں دکھا کر کمالِ عزم
شبیرؑ تو نے دین پہ احسان کر دیا

..... * .....

عرشِ علیٰ سے بھی ہے فزوں بامِ پنجتن
عاشورؔ، بے مثال ہے انعامِ پنجتن
دنیا کی مشکلات کا حل ہیں یہ پانچ نام
پڑھ کر درود لے تو کوئی نامِ پنجتن

..... فیڈ آؤٹ .....

آپ نے فرمان کاظمی کی آواز میں "صراطِ منزل" سے دو سوز سنے۔

Marfat.com

محرم کی تیسری تاریخ ہے۔
سادات بنی ہاشم کا قافلہ جو کل دوسری محرّم کو کربلا کے میدان میں پہنچا ہے، دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہے۔
حسینؑ ابن علیؑ اس قافلے کے سردار ہیں۔ حسینؑ کے بھائی عباسؑ ابن علیؑ خیموں کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ عباسؑ کو قمر بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ پوری دنیائے عرب میں عباسؑ کی شجاعت اور بہادری کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اچھے اچھے سورما عباسؑ کا نام سن کر لرز جاتے ہیں۔ عباس کی والدہ ، گرامی ، ام البنین ( ) Um-mul-baneen نے بچپن ہی سے عباسؑ کو سمجھایا تھا کہ؛

"بیٹا، اگرچہ تم اور حسینؑ دونوں علیؑ کے بیٹے ہو لیکن یہ نہ بھولنا کہ حسینؑ کی مادر گرامی فاطمہ زہراؑ ہیں جو رسول اعظم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی ہیں اور میں ان کی کنیز کی طرح ہوں۔ خبردار عباسؑ کبھی حسینؑ کو بھائی کہہ کر نہ پکارنا، انہیں آقا کہنا"۔

کیسا احترام تھا اُم البنین کی نظر میں رسول اکرم کی بیٹی کا؟۔ فاطمہؑ سیدہ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اُم البنین سے شادی کی تھی لیکن اُم البنین (عباسؑ کی ماں) نے ہمیشہ یہی سمجھا کہ وہ فاطمہ زہراؑ کے برابر نہیں تھیں۔ یہی جذبہ ، وفا عباسؑ میں آیا تھا وہ حسینؑ کو آقا کہتے تھے۔

..... فیڈ اِن .....

نامِ وفا ہے زندہ عباسؑ باوفا سے
عاشور، کربلا سے اِسلام کا بھرم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

۳، محرم کو امام حسینؑ آنکھیں بند کئے خیمے میں بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں۔ اچانک خیموں کے باہر ایک شور سا بلند ہوتا ہے اور عباسؑ کی آواز سنائی دیتی ہے۔

"کس کی ماں نے اسے دودھ پلایا ہے وہ میرے سامنے آکر میرے آقا حسینؑ کے خیمے دریا کی ترائی سے ہٹانے کی بات کرسکے۔"

Marfat.com

سیدہ زینب: نے اپنے غیور بھائی کی آواز سنی تو خادمہ فِضہ کو حالات جاننے کے لئے بھیجا۔ فِضہ نے آکر بتایا کہ یزید کی فوج نے سادات کے خیموں کو دریا کی ترائی سے ہٹانے کا مطالبہ کیا تھا۔ شہزادہ عباسؑ نے فوج کو للکارا ہے.....

"بی بی، کسی وقت بھی عباس کی تلوار نیام سے باہر آسکتی ہے؟۔

زینبؑ گھبرا کر اپنے ماں جائے حسینؑ کے خیمے کی طرف دوڑیں

"بھیا، آپ یہاں بیٹھے ہیں اور عباسؑ کا ہاتھ تلوار کے قبضے تک پہنچ چکا ہے"

اِمام حسینؑ نے غیض و غضب میں ڈوبے ہوئے عباسؑ کو بلایا اور غصّہ کی وجہ دریافت کی۔

"میرے آقا، میرے جیتے جی کس کی مجال کہ آپ کے خیمے دریا کی ترائی سے ہٹانے کا لفظ اپنی نجس زبان پر لائے۔ میں اُن کی زبانیں قلم کردوں گا مولا"

حسینؑ نے بپھرے ہوئے شیر کو دیکھا اور بہت نرمی سے کہا۔

"ہمیں لڑائی میں پہل نہیں کرنی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو لڑائی کو ٹالنے کی کوشش کرو عباسؑ ..... خیمے ہٹالو"

اور وہ عباسؑ، جس کی رگوں میں فاتحِ خیبر و خندق کا لہو گردش کر رہا تھا۔ وہ عباسؑ، جس کی ایک دھمکی پر پوری فوج پریشان تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب کیا ہوگا، عباسؑ کو غصہ آگیا ہے۔ وہی عباسؑ سر جھکائے خیمے سے باہر نکلے اور کہا۔

"میرے آقا کا حکم ہے، خیمے ہٹالئے جائیں گے"

(مرثیہ نظم کی اصناف میں "پہلا باب۔ عاشور کاظمی)

دریا کی ترائی سے خیمے ہٹالئے گئے اور دور تپتے صحرا میں نصب کر دئے گئے۔

دوستو، بظاہر تو یہ حسینؑ کی توہین تھی۔ پھر امام حسینؑ نے اس توہین کو کیوں برداشت کیا؟ ابھی تو یزید کی فوج بہت کم تھی۔ اتنی کم کہ عباسؑ کی ایک دھمکی پر پوری فوج کانپ اٹھی تھی۔ آج کے بعد تو ہر روز یزیدی فوج کے لشکر کے لشکر کربلا

Marfat.com

کے میدان میں جمع ہونے شروع ہو جائیں گے۔ حسینؑ کو اگر جنگ کرنی تھی تو اس کم تعداد فوج سے نپٹنا زیادہ آسان تھا۔اس فوج کے لئے تو عباسؑ جیسا شجاع ، اکیلا ہی کافی تھا۔ پھر امام حسینؑ نے یہ پہلی شکست کیوں قبول کی ؟

..... فیڈ اِن .....

ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر
پیغامِ کربلا ہے ،درسِ شہِ امم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اِن سوالات کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف اسلامی قوانین بلکہ انسانیت کے اصولوں کے پیشِ نظر امام حسینؑ لڑائی کی شروعات اپنی طرف سے نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور شاید تاریخ کو یہ بھی بتانا چاہتے تھے کہ حسینی ڈسپلن کیا تھا۔

دوستو ایک کمزور آدمی بھی غصّے میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے چہ جائیکہ عرب کے بہادر ترین آدمی عباسؑ کو یزیدی فوج نے بد تمیزی اور گستاخی کر کے غصے پر اُبھارا تھا۔ لیکن انتہائی غصے میں بپھرے ہوئے عباسؑ کو بڑے بھائی نے وہی کچھ کرنے کے لئے کہا جو دشمن مطالبہ کر رہے تھے۔ دریا سے خیمے ہٹانے کا مطالبہ، اور عباسؑ نے سر جھکا کر اسے تسلیم کر لیا جب کہ حسینؑ کو بھی معلوم تھا اور عباسؑ کو بھی کہ دریا سے خیمے اٹھوانے کا مقصد یہ تھا کہ حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں پر پانی بند کیا جائے گا۔

حسینؑ کو یاد تھا کہ صِفین کی جنگ میں جو حسینؑ کے والد گرامی حضرت علیؑ اور یزید کے والد امیر معاویہ کے درمیان ہوئی تھی ، وہاں بھی امیر معاویہ کی فوجوں نے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور علیؑ کی فوجوں پر پانی بند کر دیا تھا۔ جواباً رسولؐ کے مقتدر صحابی اور علیؑ کے جانثار ساتھی حضرت مالکِ اشترؓ نے حملہ کر کے امیر معاویہ کی فوجوں کو دریا سے مار بھگایا تھا اور دریا پر پہرا بٹھا دیا تھا۔ حضرت امام حسینؑ اس جنگ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھے۔ حسینؑ کو یاد تھا کہ حضرت علیؑ نے حکم دیا تھا کہ نہر پر پہرا تو رہے لیکن دشمن کی فوجوں کو پانی لینے سے نہ روکا جائے۔

Marfat.com

بنی امیّہ یعنی یزید کے اسلاف اور بنی ہاشم یعنی حسینؑ کے اسلاف کے کرداروں میں جو نمایاں فرق تھا اس کا اندازہ اسی ایک بات سے ہو جاتا ہے کہ ایک خاندان پانی پر قبضہ کرلے تو دوسرے خاندان پر پانی بند کر دیتا ہے اور دوسرا خاندان پانی پر فتح پالے تو اسے کسی پر بند نہیں کرتا۔

امام حسینؑ کربلا میں حضرت محمدؐ کی نمائندگی کر رہے تھے، حضرت علیؑ کی نمائندگی کر رہے تھے، خدا کی حاکمیت، اسلام اور انسانی دستور کی نمائندگی کر رہے تھے اور یزید، امیر معاویہ، ابو سفیان اور بنی امیّہ کا وارث تھا۔

..... فیڈ اِن .....

گھر جل رہے ہیں پھر بھی لب پر ہے ذکر تیرا
خوشیاں نثار جس پر شبیر تیرا غم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

دوستو، آج بھی انگریزی کا ایک مقولہ ہے:

Every thing is fair in love and war ۔ جنگ اور محبّت میں سب کچھ روا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مغرب کے دانشوروں نے شاید یہ مقولہ بنی اُمیّہ سے لیا ہے، باطل کی قوتوں سے لیا ہے اس لئے کہ حق والے، سچائی کی راہ پر چلنے والے، جنگ ہو یا محبت، انسانی اقدار کو نہیں چھوڑتے۔

امام حسینؑ کے والد حضرت علیؑ مشکلکشا نے اپنی خلافت کے دور میں حضرت مالکِ اشترؓ کو گورنر بنایا تو اپنے فرمان میں لکھا:

"کبھی جنگ میں پہل نہ کرنا، اور اگر جنگ تم پر تھونپ دی جائے تو عورتوں پر سختی نہ کرنا، زخمیوں پر تلوار نہ اٹھانا، دشمن بھاگے تو اسے جانے دینا، قیدیوں سے نرم سلوک کرنا وغیرہ"

حسینؑ اسی کردار کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کربلا میں حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو ختم کرنے کے لئے ہر روز فوجیں آرہی تھی۔ امام حسینؑ کے ساتھ جو لوگ تھے انہیں تو فوج بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ شہیدوں کی فہرست دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ کل

Marfat.com

۷۲ افراد ہیں جن میں مقتدر صحابہ ، رسولؐ حضرت مسلم بن اوسجاءؓ ، حضرت حبیبؓ ابن مظاہر اور حضرت جون حبشیؓ ستر (۷۰) سال کے دائرے میں تھے ۔ حسینؑ کے بیٹے علی اکبرؑ کی عمر ۱۸ سال تھی ۔ امام حسنؑ کے فرزند قاسمؑ ۱۴ سال کے تھے ۔ امام حسینؑ کی بہن زینبؑ کے دو بچے نو (۹) اور دس سال کے تھے اور امام حسینؑ کی سب سے بڑی قربانی ، حسینؑ کے دودھ پیتے بچے علی اصغر کی عمر صرف چھ مہینے کی تھی ۔

جہاں جہاں میری آواز جارہی ہے ،
جہاں جہاں میری گفتگو ریکارڈ کی جارہی ہے ،

جو بہن بھائی اس وقت میری بات سن رہے ہیں میں ان سب سے پوچھنا چاہوں گی کہ دنیا کے کونسے دستور میں نو اور دس سال کے بچوں کو قتل کیا جاتا ہے ۔ چھ ماہ کے بچے کو قتل کرنا کہاں تک جائز ہے ؟ اور یزید کی فوج نے کربلا میں یہ سارے مظالم کیئے ۔ حسینؑ پر پانی بند ہوا ۔ تین دن تک حسینؑ ، ان کے بچے اور ان کے گنے چنے ساتھی پیاس سے تڑپتے رہے لیکن حسینؑ ہی نہیں ، حسینؑ کے کسی ساتھی نے اصولوں سے ہٹنے کا تصور نہیں کیا ۔

حسینؑ دشمن کی فوجوں کی تعداد سے نہیں ڈرے ،
حسینؑ بھوک اور پیاس سے نہیں گھبرائے ،

اٹھارہ سال کا کڑیل جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا گیا اور حسین کے صبر میں کمی نہیں آئی ۔

چھ مہینے کے بچے کے گلے میں تیر لگا اور حسینؑ کے صبر میں کمی نہیں آئی ۔

اس لئے کہ حسینؑ حق پر تھے ۔ سچائی کے لئے جان بوجھ کر قربانیاں دے رہے تھے ۔ پوری دنیا کو بتا رہے تھے کہ سچ بظاہر کمزور نظر آتا ہے لیکن سچ میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ کو فنا کر دیتا ہے ۔ اگر حسینؑ کربلا میں جھوٹ اور سچ ، حق اور باطل میں تمیز نہ کرتے تو شاید آج دنیا میں سچ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا ۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

Marfat.com

دوستو میری گفتگو کے حوالے سے، میرے موضوع کے حوالے سے، تاریخ کے حوالے سے، انسانیت کے حوالے سے اس شعر کو یوں بھی پڑھیں تو بے جا نہ ہو گا:

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے بس کربلا کے بعد

..... فیڈ اِن .....

کیوں نہ ہوں ہر دم زباں پر ذکر و اذکارِ حسینؑ
عالمِ تخلیق میں شاہکار ہے، کارِ حسینؑ
ہدیہ، اشکِ وفا لائے عزادارِ حسینؑ
کچھ تو تحفہ چاہیے تھا بہرِ دربارِ حسینؑ
باپ، خیبر گیر، ماں خاتونِ جنت، خود شہید
اللہ اللہ، کس قدر بالا ہے سرکارِ حسینؑ
سر کے بدلے، مرضیٔ خالق خریدی جائے گی
ہو رہا ہے کربلا میں گرم بازارِ حسینؑ
اک حسینی ہم بھی ہیں جن کی جوانی بھی ضعیف
اک ضعیفی میں جواں تھے، یار و انصارِ حسینؑ
ہم حسینی، ہم علیؑ والے ذرا سوچیں کبھی
ہم نے کس منزل تک اپنایا ہے کردارِ حسینؑ
ذرے ذرے میں نمایاں ہے شہیدوں کا لہو
ضو فشاں ہر سمت ہیں عاشورؔ، انوارِ حسینؑ

..... فیڈ آؤٹ ..... (صراطِ منزل سے)

یہ سلام آپ نے برطانیہ کے نوحہ خوان سید نثار حیدر اور ان کے ہم نوا کاظمی کی آوازوں میں سنا۔ دوستو، اب تک ہو رہی تھیں تاریخ کی باتیں جو ہم اب چھ محرم کو پھر کریں گے۔ آئیے اب چلیں اپنے روزمرہ کے پروگرام "آئینہ" کی طرف۔

Marfat.com

(۶ محرم مطابق ۵ جون ۱۹۹۵ء)

آج محرّم کی چھ تاریخ ہے۔

..... فیڈ ان .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی، سرزمیں پر، عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

یہ سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ ہے۔ 1260 کلو ہرٹز پر

..... فیڈ ان .....

مظلوم کربلا کا ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں جب تک ہمارا دم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اس وقت دوپہر کے دو بج کر چھ منٹ ہوئے ہیں
آواز کی دنیا کے دوستوں کی خدمت میں شبانہ انجم کاظمی کا پر خلوص آداب، سلام، نمستکار، ست سری اکال، Good after noon اور جے شری کرشنا۔
محرّم کی چھٹی تاریخ..... کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں۔
۳، محرم کو امام حسینؑ کے خیمے دریا کے کنارے سے ہٹا کر تپتے صحرا میں لگادئے گئے تھے۔ چار اور پانچ محرّم کو یزیدی فوج کے لشکر کے لشکر کربلا پہنچے۔ ۷۲ افراد سے لڑنے کے لئے فوجوں پہ فوجیں جمع ہو رہی ہیں، لشکر پہ لشکر آرہے ہیں۔ تاریخ نے یزیدی فوج کی تعداد کم سے کم تیس ہزار بتائی ہے (جی ہاں 30,000)۔ بعض تواریخ میں اس سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔ اور یہ تیس ہزار فوج کتنے لوگوں سے جنگ کرنے آئی ہے؟
میں امام حسینؑ کے ساتھیوں کی تعداد بتا چکی ہوں۔ صرف بہتر (۷۲) اور ان ۷۲ میں ستر (۷۰) سال کے بوڑھے مجاہد سے لے کر، ۱۴ سال، ۱۰ سال، ۹ سال یہاں تک

Marfat.com

کہ چھ مہینے کا دودھ پیتا بچّہ بھی شامل ہے۔
کیا فوج کی اس تعداد سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یزید ابن معاویہ کے دل و دماغ پر حسینؑ ابن علیؑ کا خوف طاری تھا؟ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ باطل پر حق و صداقت کا خوف طاری تھا، سچائی کا دبدبہ تھا، ظلم در حقیقت مظلومیت سے خوف زدہ تھا۔
دوستو، کربلا میں حق و صداقت کا کردار ادا کرنے والوں میں امام حسینؑ، نواسہ رسول، فرزندِ علیؑ کا ہلکا سا خاکہ میں آپ کے سامنے پیش کر چکی ہوں۔ حسینؑ کے بھائی مولا عباسؑ کا بھی ذکر کر چکی ہوں۔ حسینؑ کے کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کا حوالہ بھی دے چکی ہوں، حسین کی بہن زینبؑ کے نو اور دس سال کے بچوں کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ چھ ماہ کے دودھ پیتے بچے علیؑ اصغر کا نام بھی آپ سن چکے ہیں لیکن آج میں ایک ایسے کردار کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں جس کے ذکر کے بغیر کربلا کی تاریخ مکمل نہیں ہو پاتی۔

..... فیڈ اِن .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی، سرزمیں پر، عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اس دور میں جب یزید نے یہ اعلان کیا تھا کہ کربلا میں ایک باغی سے جنگ ہو رہی ہے اور یزیدی حکومت کی مشنری بار بار اعلان کر رہی تھی کہ کربلا میں ایک باغی کو قتل کیا گیا ہے، اس وقت اگر یہ کردار نہ ہوتا تو شاید واقعہ ء کربلا اس شکل میں ہم تک نہ پہنچتا۔
اس کردار کا نام ہے حسینؑ کی بہن، زینبؑ۔
علی مشکلکشا کی بیٹی زینبؑ،
رسول کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی نور نظر زینبؑ۔
عون و محمد، ۹ اور دس سال کے بچوں کی ماں زینبؑ
جسے قید کر کے کوفہ و شام کے بازاروں میں ننگے سر پھرایا گیا۔ وہ زینبؑ جس کے بازوؤں میں رسیاں باندھ کر یزید کے دربار میں لایا گیا۔ اسی زینبؑ نے بھرے

Marfat.com

بازاروں میں ، یزید کے دربار میں وہ خطبے دئے ، وہ لیکچرز دئے کہ بے حس ملت کو اصل حالات کا پتہ چلا۔ بقول آغا سکندر مہدی: ۔

زینبؑ علی کے لال کی جو ہم سفر رہی　　اقدام سے حسینؑ کے ، جو باخبر رہی
اسلام کے وقار پہ جس کی نظر رہی　　دین مبیں کے واسطے سینہ سپر رہی
ابلیسیت کو رکھ دیا جس نے جھنجھوڑ کے
جو کربلا میں آئی ، مدینے کو چھوڑ کے

(مرثیہ نظم کی اصناف میں ، ایضاً)

۱۰ ، محرم ، وقتِ عصر یعنی دوپہر بعد جب امام حسینؑ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔ لشکرِ یزید میں فتح کے بگل بجا دئے گئے۔ امام کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ بیواؤں کے سروں سے چادریں اتار کی گئیں۔ حسینؑ کی چار سالہ بچی سکینہ کے کانوں میں چاندی کی جو بالیاں پڑی تھیں انہیں اتارنے کی بجائے کھینچ لیا گیا۔ سکینہ کے کان لہولہان ہو گئے۔ زینبؑ نے جلتے ہوئے خیموں سے جھلستی ہوئی سیدانیوں کو باہر نکالا۔ لوٹ مار اور آگ سے سہمے بچوں کو اکٹھا کیا۔ آغا سکندر مہدی ، زینب کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ۔

ہنگامِ عصر ، سرخ تھا میدانِ کربلا　　گھوڑوں کی زد میں راکبِ دوشِ رسولؐ تھا
انسانیت کی لاش ، کچلتے تھے اشقیا　　زینبؑ نے بڑھ کے ، پرچمِ دیں کو ، اٹھا لیا
مثلِ حسینؑ ، آہنی دیوار بن گئی
بیٹی علیؑ کی ، قافلہ سالار ، بن گئی

گو ظالموں ، نے چادرِ زہرا ، اتار لی　　زینبؑ نے ، زلفِ دینِ پیمبر ، سنوار لی
ڈوبی ہوئی تھی دین کی کشتی ، ابھار لی　　ہاتھوں میں اپنے گردشِ لیل و نہار لی
بھائی نے سر کٹا کے جو عزمِ سفر کیا
زینبؑ نے ملکِ شامِ غریباں کو سر کیا

(مرثیہ نظم کی اصناف میں .... ایضاً)

Marfat.com

اہلِ مغرب کی اسلام دشمنی بلکہ انسان دشمنی نے طرح طرح کی باتیں عام کردی ہیں ۔ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اسلام نے عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کردیا ہے ۔اسے مرد کے ساتھ زندگی کی جد وجہد میں شریک ہونے سے منع کردیا ہے ۔یہ تصوّر بالکل غلط ہے ۔اسلام نے تو آج سے چودہ سو برس پہلے حقوقِ نسواں یعنی عورتوں کے حقوق کی بات کی تھی ۔اسلام نے تو پہلی بار عورت کو عزّت دی تھی ۔یہ ذکر شاید آپ کی دلچسپی کا باعث ہو کہ عیسائیت میں تو ۱۹۰۲ء میں روم میں عیسائی راہبوں کی کانفرنس میں پہلی بار عورتوں کے حقوق کے بارے میں سوچا گیا اور انجیل (Bible) میں پہلی بار ایسے اضافے کئے گئے جن میں عورتوں کے حقوق کا ذکر تھا۔یہ بات میں نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ فرانس کے مایہ ء ناز مصنف مورس بکائلے نے اپنی کتاب The Bible, The Qur,an and The Science میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ Bible میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کی جاتی رہی ہیں اور الہامی کتابوں میں صرف قرآن ہی اصل شکل میں باقی ہے ۔اس نے یہ بھی مانا ہے کہ عورتوں سے متعلق اس صدی کی ابتدا میں Bible میں اضافے کئے گئے ۔

اگر اسلام نے عورتوں کو گھر میں قید کردیا ہوتا تو تاریخ میں ، اس تاریخ میں جس پر کم و بیش چھ سو سال تک ، بعد شہادتِ حسینؑ بادشاہوں کا اثر رہا ہے ، نہ جانے کس کس طرح زینبؑ کے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ، جبکہ دوست دشمن سب نے تسلیم کیا ہے کہ:۔

کربلا کے واقعہ میں رنگ دونوں نے بھرا
ابتدا شبیرؑ نے کی ، انتہا زینبؑ نے کی

حسینؑ کی مصیبتیں تو مدینہ سے سفر کرنے سے شروع ہوئیں اور کربلا میں سر کٹا دینے کے بعد ختم ہو گئیں لیکن زینبؑ کی مصیبتیں تو شہادتِ حسینؑ کے بعد بھی جاری رہیں ۔سیدانیوں کو بازاروں میں ننگے سر پھرایا جانا ، درباروں میں ذِلّت و رسوائی ، کربلا کے بہتر (۷۲) شہیدوں کا غم ، شہیدوں کے بچوں کی یتیمی ، ان پر ظلم

Marfat.com

اور ستم کو دیکھنا اور برداشت کرنا، کیا کیا نہیں دیکھا زینبؑ نے ؟
کیا کیا نہیں سہا زینبؑ نے ؟
حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد بیواؤں اور یتیموں کو کوفہ و شام کے سجے ہوئے بازاروں سے گذارا گیا۔ قید خانے کی اندھیری کوٹھڑی میں لُٹے پٹے قافلے کو کم و بیش ایک سال قید رکھا گیا۔ قید خانے کی تاریکی میں حسینؑ کی چار سالہ بچی سکینہ کا دم گھٹ گیا، سکینہ مر گئی۔ زینب نے سب کچھ برداشت کیا۔

صبر کی آہنی دیوار بنی تھی زینبؑ قوتِ حق کی علمدار بنی تھی زینبؑ
دین کی قافلہ سالار بنی تھی زینبؑ بعدِ شہ حیدرِ کرار بنی تھی زینبؑ
نہ ہوئی غم سے پریشان علیؑ کی بیٹی
بن گئی حق کی نگہبان علیؑ کی بیٹی

(مرثیہ نظم کی اصناف میں - ایضاً)

..... فیڈ اِن .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی، سرزمیں پر، عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

مجھے امید ہے جس سلام کا ایک شعر ابھی آپ نے سنا اور جسے میں اپنی گفتگو کے پس منظر میں آپ کو سناتی ہوں "زہراؑ تیری دعا ہے، زینب تیرا کرم ہے" اب آپ کی سمجھ میں آرہا ہوگا۔

بہنو اور بھائیو، آواز کی دنیا کے دوستو
اگر آپ کو زینبؑ کے صبر کا منظر دیکھنا ہو تو میرے ساتھ آئیے، میں آپ کو کربلا لے چلتی ہوں

کربلا کے میدان میں ۹ محرم کی رات۔
حسینؑ اور ان کے بچوں پر تین دن سے پانی بند ہے۔ کل دس محرمؑ کی صبح سے جنگ شروع ہونے والی ہے۔ حسینی خیموں سے خدا کی عبادت کرنے کی آوازیں آرہی ہیں دیکھئے، یہ زینبؑ کا خیمہ ہے۔

Marfat.com

زینبؑ اپنے دونوں بچوں عون و محمد کو سمجھا رہی ہیں ۔ جن ماؤں کے بچے جوانی کی سرحدوں کے قریب پہنچ رہے ہیں وہ زینبؑ کا حوصلہ دیکھیں اور کلیجوں پر ہاتھ رکھ کر سنیں کہ زینبؑ اپنے بچوں سے کیا کہہ رہی ہیں؟ زینب کہہ رہی ہیں:

"میرے بچو، کل تمہارے ماموں جان حسینؑ پر کڑا وقت ہے ..... کل حق و باطل، سچ اور جھوٹ میں جنگ ہو گی، تمہارے ماموں شہید کر دئے جائیں گے۔ کل حسینؑ کے دوست اپنی اپنی قربانیاں پیش کریں گے۔ میرے بچو، میں چاہتی ہوں کہ کل سب سے پہلے تم اپنی قربانی پیش کرو۔ دیکھو تم علیؑ حیدرؑ کرارؑ کے نواسے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دشمن کی فوجوں کی تعداد سے گھبرا جاؤ، کہیں ماں کا سر نہ جھکوا دینا میرے بچو۔ کہیں تم سے پہلے حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ نہ شہید ہو جائیں۔ کہیں تم سے پہلے بڑے ماموں امام حسنؑ کے پسر قاسمؑ نہ شہید ہو جائیں۔

تمہیں اپنے دادا جعفر طیار کی قسم
تمہیں اپنے نانا حیدرِ کرار کی قسم
تمہیں اسلام کے وقار کی قسم
بچو، کل میدان میں جاؤ تو زندہ واپس نہ آنا۔"

دونوں بچے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ماں کی گردن میں ڈال دیتے ہیں

"اماں، آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم سب سے پہلے خود کو ماموں جان پر قربان کریں گے۔ اماں، ہمیں معلوم ہے ہم حیدرؑ کرارؑ کے نواسے ہیں، جعفر طیارؑ کے پوتے ہیں۔ کل ایسی جنگ کریں گے کہ دنیا کبھی نہ بھول سکے گی۔"

کریں وہ جنگ کہ دم بھر سکوں لعین نہ لیں
حضور دودھ نہ بخشیں، جو نہر چھین نہ لیں

(استاد قمر جلالوی)

Marfat.com

..... فیڈ اِن .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی، سرزمیں پر، عباس کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

رات کا آخری پہر ہے۔
ماں کی گود میں بچے سو گئے ہیں لیکن ماں کی آنکھوں میں نیند کہاں ؟ زینبؑ جاگ رہی ہیں۔ بچوں کے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں پھیر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں

"اے پالنے والے، تیری کنیز زینبؑ کے پاس تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اپنی اس ادنیٰ کنیز کا حقیر نذرانہ، یہ دو بچے قبول فرمالینا میرے معبود۔ زینبؑ شرمندہ ہے کہ وہ تیری راہ میں اور کوئی تحفہ پیش نہیں کر سکتی۔ مجھے حشر کے میدان میں سرخرو اٹھانا میرے مالک۔"

..... فیڈ اِن .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں پر عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

کربلا کے میدان میں دس محرّم کی صبح ہو گئی۔ حسینؑ کے بیٹے علی اکبرؑ کی اذان کی آواز صحرا میں گونجتی ہے۔ حسینؑ اور ان کے اصحاب نمازِ صبح ادا کرتے ہیں۔ زینبؑ مصلے سے اٹھتی ہیں اور بچوں کو تیار کراتی ہیں۔ دو چھوٹے چھوٹے نیمچے لا کر بچوں کو دیتی ہیں۔

"تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا بچو، اپنی ماں کو قیامت کے دن سرخرو کرو گے نا ؟"

"ہمیں یاد ہے اماں"

طبلِ جنگ بجتا ہے..... زینبؑ بچوں کو خیمے کے دروازے تک لاتی ہیں، پیار کرتی ہیں، ایک بار پھر بچوں کے گیسو سنوارتی ہیں۔

"جاؤ میرے بچو۔ خدا حافظ"

شہادت کا بازار گرم ہے۔ اِمام کے ساتھی ایک کے بعد ایک شہید ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

گھوڑے سے ہر گرنے والا اِمام کو آواز دیتا ہے اور اِمام ہر شہید کے لاشے تک پہنچتے ہیں میدانِ کارزار میں کسی لاشے تک پہنچنے کے لئے حسینؑ کو ہر بار حملہ کرنا پڑتا ہے، فوجوں سے جنگ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن ابھی عباسؑ زندہ ہیں، ابھی علی اکبرؑ زندہ ہیں ابھی حسینؑ تنہا نہیں ہیں، ابھی حسینؑ کو اکیلے حملہ نہیں کرنا پڑتا پھر بھی یکے بعد دیگرے لاشے اٹھانے اور پے بہ پے حملے کرنے کے بعد حسینؑ خون میں نہائے ہوئے ہیں۔

عون و محمد اِمام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ انہیں میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دی جائے۔ مولا حسینؑ کہتے ہیں۔

"بچو، تم پر جہاد فرض نہیں ہے، تم ابھی چھوٹے ہو۔ جاؤ، خیمے میں اپنی ماں کے پاس جاؤ"

بچے اداس ہو جاتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں؛۔ آغا سکندر مہدی کے الفاظ میں یہ منظر نامہ دیکھئے

سن کر سخن امام کا دونوں نے یہ کہا　　خود والدہ نے بھیجا ہے ہم کو پئے وغا
زندہ نہ آنا، حکم ہے اماں حضور کا　　بس اذنِ جنگ دیجئے، یا سبطِ مصطفیٰ
کل شب قسم یہ کھائی ہے خوں میں نہائیں گے
زندہ پلٹ کے خیمے میں، اب ہم نہ جائیں گے

("مرثیہ نظم کی اصناف میں"..... ایضاً)

امام حسینؑ نے ایک سرد آہ بھری۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ خود گھوڑوں پر سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ امام نے دونوں کو گھوڑوں پر سوار کیا اور حسرت سے بچوں کو دیکھا۔ اِدھر بچے میدان کی طرف بڑھے، ادھر سے بادل کی طرح یزیدی فوج بڑھی۔ دونوں بھائیوں نے لشکر پر نگاہ کی۔ پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"بھیا، ہم نے اماں سے وعدہ کیا ہے کہ ہم زندہ نہ لوٹیں گے"
"ہاں بھیا، مگر ہم نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ ایسی جنگ لڑیں گے
کہ دشمنوں کو دادا اور نانا کی جنگ یاد آجائے"

Marfat.com

"تو بھیّا، پھر کیوں نہ ہم لپسر سعد کو قتل کریں"

دوستو، لپسر سعد یزیدی فوج کا کمانڈر تھا اور اپنے اس محفوظ خیمے میں تھا جسے اس کی فوج نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ بجائے اس کے کہ فوج کی تعداد دیکھ کر بچوں پر خوف طاری ہوتا دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور "یا علی" کہہ کر فوجوں پر ٹوٹ پڑے:

جھپٹے، یہ کہہ کے فوجِ عدو پر علیؑ کے شیر
روکے نہ رک سکے، کسی دشمن سے یہ دلیر
لائے تھے دشمنوں کو کہاں قسمتوں کے پھیر
میداں میں چار سمت پڑے تھے، سروں کے ڈھیر
اک شور تھا کہ جعفرِ طیار آگئے
غل پڑ گیا کہ، حیدرِ کرار آگئے

("مرثیہ نظم کی اصناف میں"..... ایضاً)

لپسر سعد گھبرا کر اپنے خیمے سے باہر نکلا اور چیخ کر بولا۔

"ارے کم بختو، جب تک یہ بچے ساتھ رہیں گے انہیں مارنا آسان نہیں۔ انہیں کسی طرح الگ الگ کر دو"

ادھر بچے جنگ میں مصروف ہوئے تو ایک بھائی دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف نکل گیا..... اور تیس ہزار فوج نے دونوں کو نرغے میں لے لیا..... تیروں کی بوچھار تلواروں کے وار، نیزوں کی یلغار، اور دو بچے۔ ظلم کے بادلوں میں سچائی کے چاند سورج ڈوب گئے۔ اور فوج کے نرغے سے دو آوازیں بلند ہوئیں۔

"ماموں جان ہمارا آخری سلام قبول کیجئے"

عباسؑ اور حسینؑ میدان کی طرف بڑھے۔ فوجوں پر حملہ کیا۔ بچوں کی لاشیں اٹھا کر خیمے کی طرف چلے۔

اللہ اس ذکر کو سننے والوں کے بچوں کو زندہ سلامت رکھے۔
اللہ کسی ماں کو اپنے بچوں کی موت کا دن نہ دکھائے۔

Marfat.com

خدا نہ کرے کوئی ماں اپنے بچّوں کی خون میں ڈوبی لاشیں دیکھے۔ اللہ رے صبر زینبؑ
ایک بار پھر سکندر مہدی کے الفاظ میں؛

لائے جو لاشے دونوں کے، خیمے میں شاہِ دیں دیکھا کہ جا نماز پہ ہیں، زینبؑ حزیں
شکر خدا ہے لب پہ تو، سجدے میں ہے جبیں کہنے لگے حسینؑ کہ زینب ہو آفریں
بھوکے بھی تھے، پیاسے بھی تھے، خوردسال تھے
لیکن رِوغا میں بڑھ کے یہی نونہال تھے

سن کر سخن امام کے زینبؑ کا سر اٹھا پوری ہوئی نماز، دعاؤں کا پھل ملا
خاموش تھیں زبان سے اپنی نہ کچھ کہا اللہ رے صبر آنکھ سے آنسو نہیں بہا
دیکھا جو ضبطِ گریہ، خواہر، چلے گئے
مولا حسینؑ، خیمے سے باہر، چلے گئے

مولا گئے تو کہنے لگی سوگوار ماں اے بیبیو بتاؤ میرے لال ہیں کہاں
لاشیں دکھاؤ تاکہ تصدق ہو نیم جاں چھایا ہوا ہے آنکھوں کے آگے میری دھواں
سورج تو اتنی جلدی کبھی ڈوبتا نہیں
کیا رات ہو گئی ہے مجھے سوجھتا نہیں

بتلاؤ بیبیو میرے خورشید ہیں کہاں مجھ کو بٹھادو دونوں کے لاشوں کے درمیاں
اماں سے سرخرو کیا قربان جائے ماں ان پر زمیں بھی روئے گی روئے گا آسماں
میدانِ کارزار میں کیا نام کر گئے
میں جیسا چاہتی تھی وہی کام کر گئے

(مرثیہ نظم کی اصناف میں .... ایضاً)

دوستو، کیا انسانی تاریخ میں زینبؑ کے صبر کی مثال ملتی ہے؟ کیا سچائی، انسانیت اور دین یا دھرم کے لئے کسی عورت نے ایسی قربانیاں دی ہیں؟ میرا سلام ہو سیّدہ زینبؑ پر جس نے سچائی، انسانیت اور مذہب کے ساتھ ہم خواتین کا بھی بلند کر دیا۔ آئیے آج ہم مل کر کہیں۔ زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے، لندن کی سرزمیں پر عباسؑ کا علم ہے۔

Marfat.com

(۸ رمحرم مطابق ۷ رجون ۱۹۹۵ء)

یہ سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ ہے، 1260 کلو ہرٹز پر۔
آواز کی دنیا کے دوستوں کی خدمت میں شبانہ انجم کاظمی کا سلام، نمسکار،
ست سری اکال، Very good after noon اور جے شری کرشنا۔

..... فیڈ ان ..... زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں پر، عباسؑ کا علم ہے
..... فیڈ آؤٹ .....

اس وقت دن کے دو بج کر سات منٹ ہوئے ہیں۔
آج محرّم کی آٹھ تاریخ ہے ۔۔۔۔ پیش خدمت ہے "کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں"۔

شبیرؑ کا غم، دل کو جلا دیتا ہے
غم ہائے دو عالم سے چھڑا دیتا ہے
مولا، ہے تیرے نام میں کتنی تاثیر
جو سنتا ہے، سر اپنا جھکا دیتا ہے

دوستو، کل محرّم کی سات تاریخ تھی، کل ظلم و جبر نے حق اور سچائی پر وار کیا تھا اور کل کے دن امام حسینؓ کے بچوں پر پانی بند کیا گیا تھا۔ کل میں بھی کسی مجبوری کے تحت یہ کہانی آپ کو نہیں سنا سکی تھی لیکن آپ سب نے اصرار کیا کہ یہ کہانی سنائی جائے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے۔ آپ نے مستی بھرے فلمی گیتوں پر اس کہانی کو ترجیح دی، اپنے پسندیدہ فلمی نغموں سے زیادہ آپ یہ کہانی سننا چاہتے ہیں، جو بظاہر تکلیف دہ ہے، رُلانے والی ہے
کربلا کی تاریخ تو آنسوؤں کی تاریخ ہے۔
کربلا کی تاریخ تو سچ کی تاریخ ہے، اور سچ کڑوا ہوتا ہے۔

Marfat.com

پھر بھی آپ یہ تاریخ سننا پسند کرتے ہیں ؟
دوستو، یہی سچائی کی فتح کا ثبوت ہے،
یہی انسانیت کی جیت ہے۔
یہ تاریخ سُن کر آپ کے دلوں میں درد و گداز پیدا ہوا ہے، یہی حسینؑ کے مشن کی کامیابی ہے۔ اس لئے کہ حسینؑ مسلمانوں کے اِمام، مسلمانوں کے رسولؐ کے نواسے، اسلام کے محافظ ہونے سے زیادہ انسانیت کے محسن ہیں۔ بقول جوش؛
"ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر گھر میں حسینؑ"۔

..... فیڈ اِن .....

مظلوم کربلا کا ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں جب تک ہمارا دم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اگر انسان کا ضمیر زندہ ہے، اگر انسان کے من میں کھوٹ نہیں ہے، اگر انسان میں ذرا سی بھی شرافت ہے تو وہ حسینؑ کے سامنے بھی سر جھکا دیتا ہے اور ذکرِ حسین کے سامنے بھی۔ ذکرِ حسینؑ دلیلِ شرافت ہے۔
جیسا کہ عرض کر چکی ہوں، آج محرّم کی آٹھ تاریخ ہے۔ کل سے حسینؑ، حسینؑ کے بچوں اور حسینؑ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا ہے۔ حسینؑ کے ساتھ کل ۷۲ افراد ہیں جن میں چھ ماہ کے دودھ پیتے بچے سے لیکر ۷۰ سال کو بوڑھے تک شامل ہیں، ان بہتر (۷۲) افراد سے لڑنے کے لئے کم از کم تیس ہزار فوج اکٹھی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ظالم کو اپنی کامیابی کا یقین نہیں ہے۔
آج حسینؑ پیاسے ہیں۔ حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے ہیں۔
دوستو، انسانی تاریخ جنگ و جدال سے بھری پڑی ہے لیکن تاریخ میں کہیں یہ ظلم نظر نہیں آتا کہ کسی نے کسی کا پانی بند کیا ہو، سوائے صِفین کی جنگ کے، جہاں امیر معاویہ نے نہر پر قبضہ کر کے علیؑ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا تھا یا پھر کل سے یزید ابن معاویہ نے حسینؑ ابن علیؑ پر پانی بند کیا ہے۔

Marfat.com

جو ظلم انسانیت کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ہوا وہ آج حسینؑ پر ہو رہا ہے۔

..... فیڈ اِن .....

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر
پیغامِ کربلا ہے، درسِ شہِ امم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

اللہ رے صبر حسینؑ، کہ اب بھی جنگ شروع نہیں کی، اس لئے کہ حسینؑ اسے پانی حاصل کرنے کی جنگ نہیں بنانا چاہتے۔

حسینؑ تو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ صبر کی طاقت، ظلم کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہے۔
ظلم اپنے انتہائی درجے کو پہنچے تو یزید کہلاتا ہے اور صبر اپنی منزلِ کمال تک آئے تو حسینؑ کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیائے انسانیت حسینؑ کو سلام کرتی ہے۔

..... فیڈ اِن .....

گھر جل رہے ہیں پھر بھی لب پر ہے ذکر تیرا
خوشیاں نثار جس پر، شبیرؑ تیرا غم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

میں عرض کر چکی ہوں کہ حسینؑ مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ دنیائے انسانیت کے رہنما ہیں۔ مشہور ہندو شاعر بالگیش تیواری کا شعر سنئے؛

کاشی کا میں پنڈت ہوں، شبیرؑ کا خادم ہوں
گنگا بھی ہماری ہے، کوثر بھی ہمارا ہے

لکھنؤ کے ایک اور برہمن شاعر مخمور لکھنوی کہتے ہیں؛

جب زمانہ بدعتیں کہہ کر الگ ہو جائے گا
ہو کے ہندو ہم اٹھائیں گے علم عباسؑ کا

مہندر سنگھ اشک بجنوری لکھتے ہیں؛

عظمت و فضیلت کے آفتاب ہیں شبیرؑ
اے یزید تیرا نام، ہر ادب میں گالی ہے

Marfat.com

شہ کے غم میں رونے سے، دل کو چین ملتا ہے
شہ کے غم میں روتا ہوں میرے گھر دیوالی ہے

دلّو رام کوثری کا نام آج بھی جدید مرثیے کی تاریخ میں درخشاں ہے۔ کالیداس گپتا رضا، چھنّو لال دلگیر جیسے مہان کوی آج بھی مرثیہ کی دنیا میں چاند سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ کنور مہندر سنگھ بیدی کو کون نہیں جانتا۔ کرشن بہاری نور تو امام حسینؑ کی محبت و عقیدت میں یہاں تک چلے گئے؛

اے نورؔ ہمیں ایسے مسلمانوں سے اچھے
جو عید تو کرتے ہیں، محرّم نہیں کرتے

آج بھی ہندوستان میں ٹانڈہ، الہ آباد، جونپور، حیدرآباد، اور نہ جانے کہاں کہاں ہندو مذہب کے پیروکار بڑی عقیدت سے تعزیہ داری کرتے ہیں۔ حسینی پنڈت آج بھی یا حسینؑ، یا حسینؑ کرتے سنائی دیتے ہیں۔

..... فیڈ اِن .....

مظلومِ کربلا کا ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں جب تک ہمارا دم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

ساقیٔ کوثر کے نواسے حسینؑ، آج پیاسے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں کوزے لئے ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں پوچھتے پھر رہے ہیں

"پھوپی اماں، آپ کے خیمے میں پانی ہے؟"
"چچا جان، آپ کے پاس ایک گھونٹ پانی ہے؟"

عباسؑ فریادی نظروں سے مولا حسینؑ کو دیکھتے ہیں جیسے کہہ رہے ہوں
"آقا حسینؑ، اب بچوں کی پیاس نہیں دیکھی جاتی۔ اجازت دیجئے مولا، کہ دریا سے پانی لے آؤں"۔

حسینؑ، عباسؑ پر بھرپور نظر ڈالتے ہیں جیسے ارشاد ہوا ہو
"نہیں عباسؑ، ہم جنگ کی ابتدا نہیں کریں گے"۔

Marfat.com

عباسؑ کے لئے امتحان کی کیسی کڑی منزل ہے؟

..... فیڈ اِن .....

نامِ وفا ہے زندہ عباسؑ باوفا سے
عاشور، کربلا سے اسلام کا بھرم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

دوستو، میں آپ کو عون و محمد کی شہادت کے واقعات سنا چکی ہوں۔ آج میرے پاس وقت کم ہے، پھر بھی ایک اور شہید کی شہادت کی کہانی آپ کو سناتی ہوں۔ اس شہید کا نام ہے قاسمؑ۔ امام حسینؑ کے بڑے بھائی امام حسنؑ کا فرزند قاسمؑ جس کی عمر تیرہ یا چودہ سال ہے۔

۱۰، محرم کربلا میں گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے۔ حسینؑ کے اصحاب ایک کے بعد ایک شہید ہو رہے ہیں۔ علی اکبرؑ، عباسؑ اور حسینؑ لاشوں پہ لاشیں اٹھا رہے ہیں کہ قاسمؑ، امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور جہاد کی اجازت مانگی۔

امام حسینؑ نے بھتیجے کو دیکھا، اس کی عمر کو دیکھا۔

"نہیں قاسم، ابھی تمہارے مرنے کے دن نہیں بیٹا۔ تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔ جاؤ خیمے میں جاؤ بیٹا"۔

قاسم مایوس ہو گئے۔ آنکھوں میں آنسو لئے خیمے میں واپس آئے۔ ماں نے بچے کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو سمجھ گئی کہ امام نے بچّے کو مرنے کی اجازت نہیں دی۔

کیسی عظیم مائیں تھیں وہ، اور کیسے دلیر بچے تھے کہ جان دینے کی اجازت نہ ملے تو روتے تھے۔ اور میدان میں جاکر شہادت کی اجازت مل جائے تو چہرے دمک اٹھتے تھے۔ صرف ایک حسینؑ نے اپنے ہر ساتھی، ہر عزیز، ہر بچے کو حسینؑ بنا دیا تھا۔

ایک حسینؑ نے کربلا میں ۷۲ حسینؑ کھڑے کر دئے تھے۔

قاسمؑ کی ماں کو یاد آیا کہ قاسمؑ کے والد امام حسنؑ نے اپنی وفات سے پہلے قاسمؑ کے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور کہا تھا "قاسم بیٹا، جب زندگی میں تم پر بہت زیادہ کٹھن وقت آئے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا۔

Marfat.com

قاسم کی ماں نے کہا؛

" بیٹا، اس سے زیادہ کٹھن وقت کیا ہوگا کہ تمہارے چچا حسینؑ شہادت کے لئے تیار ہیں اور تمہیں مرنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ آؤ، یہ تعویذ کھولیں اور پڑھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے "۔

ماں نے بچے کے بازو سے تعویذ کھولا اور پڑھا۔ ماں بیٹے کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس تعویذ میں امام حسینؑ کے نام ایک خط تھا جس میں لکھا تھا؛

میرے بھائی حسینؑ

مجھے بھی نانا نے بتادیا تھا کہ کربلا میں تم پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب نانا کی اُمت تمہارے خون کی پیاسی ہوگی۔ اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا مگر میرا قاسمؑ میری جگہ تمہارے پاس ہوگا۔ میرے ماں جائے حسینؑ، یہ بھائی کی التجا ہے اور وصیت بھی کہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے بیٹے علیؑ اکبر سے پہلے میرے قاسمؑ کی قربانی پیش کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ اکبر شہید ہوجائے اور قاسم زندہ رہے "۔

قاسمؑ یہ خط لے کر دوڑے دوڑے امام کی خدمت میں آئے۔ حسینؑ نے بھائی کا خط پڑھا، آنکھوں سے لگایا، خط کو بوسہ دیا اور حسرت سے قاسمؑ کو دیکھا۔

" اچھا قاسمؑ، میں اب تمہیں نہیں روک سکتا۔ جاؤ اپنی ماں سے اجازت لے آؤ "

اور قاسمؑ کو جیسے مرنے کی اجازت نہیں، دنیا کی خوشیاں مل گئی ہوں

قاسمؑ نے خوشی میں جھوم کر کہا؛ " اماں ہی نے تو مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا "

امام نے بچے کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا۔

" خدا حافظ قاسمؑ " ۔ اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا؛

" میرے معبود، تیری باگاہ میں ایک اور نذرانہ۔ اسے بھی قبول فرما میرے مالک "

مقتل کی سمت قاسمؑ گلگوں قبا بڑھے ۔۔۔ ایسا لگا، جہاد کو مشکل کشا بڑھے
دل میں لئے وہ جذبہ ۔ شوق وغا بڑھے ۔۔۔ دولہا کی طرح سوئے عروس قضا بڑھے

Marfat.com

تیور وہی تھے، اور وہی آن بان تھی
حیدرؑ کا دبدبہ تھا، محمدؐ کی شان تھی
پیاسے نے رن میں خون کے دریا بہا دئے ہنگامِ جنگ کشتوں کے پشتے لگا دئے
شمشیر آبدار کے جوہر دکھا دئے ہر سو چراغ دولتِ باطل، بجھا دئے
نورِ نظر، تھے ارزقِ شامی کے، خاک پر
چاروں پسر تھے ارزقِ شامی کے خاک پر

(آغا سکندر مہدی)

دوستو، اس زمانے میں عرب کے دستور کے مطابق Man to Man fight ہوا کرتی تھی۔ یعنی ایک آدمی سے ایک آدمی جنگ کیا کرتا تھا لیکن کربلا کی تاریخ شاہد ہے کہ کربلا کا کوئی شہید ایسا نہیں ہے جو کسی ایک کے ہاتھوں قتل ہوا ہو۔

..... فیڈ ان .....

امکاں کی سرحدوں سے تیرا مرتبہ، بلند
تو بھی بلند اور تیرا سلسلہ بلند

..... فیڈ آؤٹ .....

(صراط منزل سے، آواز قاسم علی خان، رائے بریلی)

اَرزقِ شامی، عرب کا مشہور جنگ جو تھا۔ اس نے میدان میں ایک بچے (قاسمؑ) کو دیکھا تو بڑے غرور اور تکبر سے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا؛

"جاؤ اور قاسم کا سر قلم کر دو"۔

قاسمؑ نے پہلے ہی وار میں اسے قتل کر دیا۔ ارزق کا بیٹا قتل ہوا تو اس کا دوسرا بیٹا غصہ میں قاسمؑ کی طرف بڑھا۔ قاسم نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ایک، دو، تین، چار، ارزق کے چاروں بیٹوں کو قاسمؑ نے قتل کر دیا تو غیض کے عالم میں وہ خود قاسمؑ کی طرف لپکا۔ قاسمؑ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ یزید کی فوج میں ہلچل مچ گئی۔ شمر، یزیدی فوج کا ایک سالار، گھبرا گیا۔ اس نے چلا کر کہا؛

"ارے بدبختو، یہ حیدرؑ کرار کا پوتا ہے، ایک ایک کر کے اس کے سامنے جاؤ گے تو یہ ساری فوج کو قتل کر دے گا۔ اسے گھیر کر مارو"

Marfat.com

یہ سننا تھا کہ تیر اندازوں کا دستہ سامنے آیا اور بیک وقت ہزاروں تیر قاسمؑ کی طرف پھنکے گئے ۔ قاسمؑ کا بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ چودہ سال کا بچہ اور ہزاروں انسانوں کا بیک وقت حملہ، بچّہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکا اور زمین پر گر گیا۔

کربلا کے میدان میں ایک اور آواز گونجی ؛

"چچا جان، قاسمؑ کا آخری سلام قبول کیجئے"

آواز سنتے ہی حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقتل کی طرف چلے ۔ایک طرف سے حسینؑ نے حملہ کیا، دوسری طرف سے عباسؑ نے للکارا، تیسری طرف سے علی اکبرؑ آگے بڑھے ۔ علی کے شیروں نے قاسمؑ کی لاش تک پہنچنے کے لئے، تین طرف سے حملہ پر کیا۔ فوج اشقیا سراسیمہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگی ۔ بھاگتی ہوئی فوج کے گھوڑوں نے قاسمؑ کا لاشہ کچل دیا۔

امام بھتیجے کی لاش پر پہنچے تو قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے ۔امام نے عبا کا دامن زمین پر پھیلا دیا اور بھتیجے کی لاش کے ٹکڑوں کو جھولی میں بھر کر خیموں کی طرف واپس آئے ۔

قاسمؑ کی ماں نے سجدے میں سر رکھ دیا

" پالنے والے تو گواہ ہے کہ میں نے تیری بارگاہ میں یہ قربانی خوشی سے دی ہے ۔ام فروہ کا حقیر نذرانہ قبول فرما میرے مولا"

..... فیڈ اِن .....

مظلوم کربلا کا ،ماتم رہے گا قائم
جب تک یہ روز و شب ہیں جب تک ہمارا دم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

.....

Marfat.com

(نویں محرم، مطابق ۸ رجون ۱۹۹۵ء)

یہ سن رائز ریڈیو ایسٹ مڈلینڈ ہے، 1260 کلو ہرٹز پر
آواز کی دنیا کے دوستو کی خدمت میں شبانہ انجم کاظمی کا آداب، نمشکار ست سری اکال،
ہے شری کرشنا۔

آج کا ایک گھنٹے کا پروگرام Farrukh Systems Ltd ., London نے سپانسر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ اس پروگرام میں اپنی Publicity نہیں چاہتے۔ ان کا کہنا ہے امام حسینؑ نے اپنا گھر لٹا کر، اپنے عزیز و اقارب اور بچوں کی قربانی دے کر، پوری انسانیت پر جو احسان عظیم کیا ہے اس کے احترام میں وہ یہ پروگرام ان سب لوگوں کے نام کرتے ہیں جو آج ریڈیو سے حسینؑ مظلوم کی کہانی سن رہے ہیں

آج کربلا کی کہانی کا، کربلا کے واقعات کا آخری پروگرام ہے۔ کل روزِ عاشور ہے۔ کل دس محرم کو میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکوں گی اس لئے نو اور دس محرم کا پروگرام میں آج ایک ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ سو پروگرام حاضر ہے "کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں"

..... فیڈ اِن .....

..... شبیرؑ پکارے
اٹھو، میرے بھائی
تم بالی سکینہ کے لئے لائے نہ پانی
وہ روتی ہے جانی
بچی کی زباں دیکھو اور اصغر کے اشارے
اٹھو میرے بھائی
دیکھو تو ذرا آ کے، میں تنہا ہوں برادر
اے شیرِ دلاور
..... فیڈ آؤٹ .....(آواز ناصر جہاں).....

Marfat.com

آج محرم کی نو تاریخ ہے
میں بتا چکی ہوں کہ تین دن سے حسینی قافلہ پیاسا ہے
اور یزید کا یہ حربہ ناکام ہو گیا ہے کہ شاید بچوں کی بھوک اور پیاس سے گھبرا کر
حسینؑ مظلوم، یزید کی بیعت پر آمادہ ہو جائیں۔
لیکن حق، باطل کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں۔
انسانیت، درندگی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر آمادہ نہیں۔
شرافت، بے غیرتی سے رحم کی بھیک مانگنے پر تیار نہیں۔
آج ایک اور تازہ دم فوج کا دستہ کربلا پہنچا ہے جو کوفے کے گورنر ابن زیاد کا حکم لایا ہے کہ حسین قافلے پر فوراً حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا جائے۔
۹، محرم کی شام، یزیدی فوجوں نے اعلانِ جنگ کئے بغیر، حسینی خیموں پر حملہ کر دیا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کربلا کا میدان لرزنے لگا۔ عباسؑ حسبِ دستور خیموں کا پہرہ دے رہے تھے۔ فوجوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو عباسؑ نے آگے بڑھ کر فوجوں کو للکارا۔
"خبردار، جو جہاں ہے وہیں رک جائے"
بڑھتی ہوئی فوجوں کا طوفان عباسؑ کی ایک للکار پر رک گیا۔ عباسؑ پھر بولے؛
"تم اتنے بے غیرت ہو گئے ہو کہ عرب کے دستور کو بھی بھول گئے،
بغیر اعلانِ جنگ کئے حملہ کر رہے ہو؟"
پسر سعد، یزیدی فوج کا سپہ سالار آگے بڑھا اور بولا؛
"عباسؑ، ہمیں ابن زیاد کا حکم ملا ہے کہ ابھی حملہ کیا جائے"
عباسؑ نے کہا۔ "یہیں ٹھہرو، میں آقا حسینؑ کو خبر کرتا ہوں"
یزیدی فوج سے چند آوازیں اُبھریں۔
"ہم حسینؑ کا نہیں، ابن زیاد کا حکم مانتے ہیں۔ ہم انتظار نہیں کر سکتے"
عباسؑ کے چہرے پر غصہ کی لکیریں اُبھریں، تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر عباسؑ نے کہا:

Marfat.com

"تم میں سے جس جس کی موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے وہ آگے بڑھ کر دیکھے"
یزیدی فوج سے بہت سی آوازیں آئیں
"کیا حرج ہے عباسؑ کی بات ماننے میں، یوں بھی حملے سے پہلے اعلانِ جنگ تو کرنا ہی چاہئے تھا" .... عباسؑ، مولا حسینؑ کی خدمت میں آئے اور اداسی یا پریشانی کی بجائے جوش میں آکر کہا؛
"مولا، یزیدی فوج نے حملہ کر دیا ہے"
عباسؑ کی آواز میں اتنا جوش و خروش تھا جیسے انہیں اب دل کے ارمان نکالنے کا موقعہ ملے گا، اب تو حسینؑ کی طرف سے جنگ میں پہل نہیں ہوئی تھی، اب تو عباسؑ کو جنگ کی اجازت دیں گے حسینؑ۔ اب تو عباسؑ اپنی تلوار کے جوہر دکھا سکیں گے؟
امام حسینؑ نے بڑے سکون سے کہا
"جنگ کل ہو گی عباسؑ۔ ان سے کہو آج کی رات تمہیں سوچنے کا موقع ملے گا کہ تم کیا کر رہے ہو اور ہمیں عبادت کے لئے ایک رات اور مل جائے گی"
عباسؑ سر جھکائے خیمے سے نکلے۔ اور یزیدی فوج کو امام کا پیغام سنایا۔ فوج میں ملا جلا ردِ عمل ہوا۔ کچھ کہہ رہے تھے "حسینؑ آخر فرزندِ رسول ہیں۔ ایک رات کی بات ہے۔ حسینؑ کی بات مان لینی چاہئیے یوں بھی رات ہو گئی ہے۔ جنگ کل بھی ہو سکتی ہے، حسینؑ کو ایک رات کی مہلت دے دینی چاہئیے"
لیکن کچھ لوگ انعامات کے لالچ میں اس جنگ کو جلد ختم کرنا چاہتے تھے۔
عباسؑ کی آواز ایک بار پھر گونجی۔
"میرے آقا نے تم سے مہلت مانگی نہیں بلکہ تمہیں ایک رات سوچنے کی مہلت دی ہے۔ یہ میرے آقا کا حکم ہے اور اس پر عمل ہونا ہے۔"
آخر فوج واپس لوٹ گئی۔
امام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا۔
"یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ میں تم پر سے اپنی اطاعت کا بار اٹھاتا ہوں۔ اور خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ تم رات

Marfat.com

اندھیرے میں کہیں دور چلے جاؤ"

حسینؑ کے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ امام نے پھر کہا؛

"اگر تمہیں ایک دوسرے کے سامنے جاتے ہوئے شرم آرہی ہے تو، لو، میں چراغ بجھا دیتا ہوں۔ چلے جاؤ، میں قیامت کے دن تمہاری شفاعت کا وعدہ کرتا ہوں"

تاریکی میں رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حسینؑ نے چراغ جلایا تو دیکھا کہ حسینؑ کے دوستوں کی تلواریں ان کی گردنوں پر ہیں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا

"مولا، اگر شہید ہونے والوں کی فہرست میں ہمارا نام نہیں ہے تو ہم اپنی گردنیں خود کاٹ لیں گے مگر آپ کے قدموں سے دور نہیں جائیں گے" حسینؑ نے سب کو دعائیں دیں۔

رات بھی یزیدی لشکر عیش و طرب میں مصروف رہا اور حسینؑ کے خیموں سے اللہ کی تعریف اور انسان کی عاجزی کے اقرار کی صدائیں آتی رہیں۔ ایک خیمے میں زینبؑ اپنے بچوں سے کہہ رہی تھیں؛

"عون و محمد اگر کل تم نے سب سے پہلے اپنی قربانی نہ دی تو ماں دودھ نہیں بخشے گی"

ادھر بانو اپنے کڑیل جوان بیٹے کاسے اپنے زانو پر رکھے ہوئے کہہ رہی تھیں؛

"بابا پہ بہت کٹھن وقت ہے بیٹا، کل سب سے پہلے تم خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کرنا"

عباسؑ (پہرہ دیتے ہوئے) خیام کے پاس سے گذرتے ہوئے یہ سب کچھ سن رہے تھے عباسؑ نے سنا کہ حسینؑ، عباسؑ اور زینبؑ کی بہن ام کلثومؑ اپنے خیمے میں رو رہی ہیں۔ عباسؑ خیمے میں داخل ہوئے اور بہن سے رونے کی وجہ پوچھی۔ بہن نے کہا؛

"بھیا، سیدانیاں اپنے اپنے بچوں کو کل قربانی دینے کے لئے تیار کر رہی ہیں۔ میں کم نصیب سوچ رہی ہو کہ کل میں خدا کی راہ میں کوئی قربانی نہیں دے سکوں گی"

Marfat.com

عباسؑ نے بہن کو گلے سے لگایا اور کہا

"میری شہزادی، تمہارا بھائی عباسؑ کل تمہاری طرف سے آقا حسینؑ پر قربان ہو گا۔ بس تم اتنا کرنا کہ مولا سے مجھے جنگ کی اجازت دلا دینا۔ مجھے معلوم ہے جب بھی جنگ کا موقعہ آتا ہے، مولا مجھے روک دیتے ہیں۔ اگر کل تم جنگ کی اجازت دلادو تو تمہارا بھائی مرنے سے پہلے ایک بار تو جنگ کا نقشہ پلٹ دے گا"

اور وہی ہوا جس کا عباسؑ کو ڈر تھا۔ دس محرم کو حسینؑ نے عباسؑ کو جنگ کی اجازت نہیں دی۔ اور علیؑ کا شیر عباسؑ، بھائی کے فرمان کی زنجیروں میں جکڑا، دانت پیستا رہا۔ جب بھی عباسؑ کسی شہید کی لاش کو میدان سے لانے کے لئے حملہ کرتے، امام پہلے سے حکم دے دیتے؛

"عباسؑ یہ نہ بھولنا کہ تم لاشہ لینے جارہے ہو، جنگ کرنے نہیں۔ اشقیا بھاگنے لگیں تو ان کا پیچھا نہ کرنا، صرف لاش اٹھا لانا"

اور ایک بار عباسؑ نے دیکھا کہ حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہ جس کی عمر چار سال تھی تھی، چھوٹا سا مشکیزہ ہاتھوں میں لئے ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں پانی کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ عباسؑ نے سکینہ کو گود میں اٹھا لیا، ایک بڑا مشکیزہ کاندھے ڈالا اور سکینہ سے کہا؛

"سکینہ تم اگر ہمیں بابا سے اجازت دلادو تو ہم تمہارے لئے پانی لینے جائیں"

پیاس سے نڈھال بچی نے پانی کا نام سنا تو کہا؛

"بابا ہماری بات نہیں ٹالیں گے۔ چلو چچا ہم بابا کے پاس چلتے ہیں"

حسینؑ نے عباسؑ کو دیکھا۔

عباسؑ کی گود میں سکینہ کو دیکھا۔

خشک مشکیزے کو دیکھا۔

"میں سمجھ گیا سکینہ، چچا کی سفارش کو آئی ہو، مگر یاد رکھو سکینہ بہت پچھتاؤ گی۔۔۔ بہت پچھتاؤ گی سکینہ"

Marfat.com

بیٹی کی ضد پر حسینؑ نے عباسؑ کو پانی لانے کی اجازت دی ، عباسؑ جوش میں بڑھے ، ہتھیار سجائے ، گھوڑے پر سوار ہوئے اور اِمام کی خدمت میں حاضر ہوئے عباسؑ کا چہرہ دمک رہا تھا۔ حسینؑ نے کہا

"پانی لینے جارہے ہو عباسؑ ؟"

"ہاں آقا، سکینہ کی پیاس نہیں دیکھی جاتی"

"تو پھر تلوار کیوں لے جارہے ہو، ہتھیار سجا کر کیوں جارہے ہو ؟"

عباسؑ مرجھا گئے۔ حسینؑ نے ہتھیار لے لئے اور ایک نیزہ اور علم دے کر کہا؛

تمہارے لئے یہی کافی ہے عباسؑ ۔ تم علیؑ کے بیٹے ہو جو زِرہ اتار کر خدا کی راہ میں قِتال کیا کرتے تھے"

عباسؑ فوجوں کی طرف بڑھے اور تیس ہزار ہتھیار بند فوج کر چیرتے ہوئے دریا تک پہنچ گئے۔ خشک مشکیزہ پانی میں ڈال دیا۔ چلوّ میں پانی لیا اور زمین پر پھنک دیا۔

"جب تک حسین پیاسے ہیں ، سکینہ پیاسی ہے اسوقت تک عباس پانی نہیں پی سکتا"

ادھر پسر سعد نے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو غیرت دلائی ۔

"ارے بے شرمو، ایک انسان جس کے ہاتھ میں صرف نیزہ ہے ، وہ تمہیں قتل کرتا ہوا دریا تک پہنچ گیا۔ یاد رکھو اگر پانی حسینؑ کے خیموں تک پہنچ گیا تو پھر ہم حسینؑ کو قتل نہ کر سکیں گے ،

کسی کو کوئی انعام نہیں ملے گا"

بھاگتی ہوئی فوج نے یک زبان ہو کر کہا؛

"عمر سعد، یہ ایک آدمی نہیں ہے ، عباسؑ ہے عباسؑ

علیؑ کا شیر، حیدرِ کرار کا بیٹا، عباسؑ"

پسر سعد نے کہا؛

"اسے گھیر لو ، چھپ کر وار کرو، مشک کا پانی بہادو ، خبردار پانی حسینؑ کے خیموں تک نہ پہنچے"

Marfat.com

عباسؑ مشکیزہ بھر کر نکلے ۔ نیزے سے دشمنوں کا وار روکتے آگے بڑھے ۔ عباسؑ کو اب جنگ کی فکر ہے نہ اپنی جان کی ۔ عباسؑ کو خیموں تک پہنچنے کی جلدی ہے ۔ اچانک ایک شقی نے فوجوں کی آڑ لے کر ایک وار کیا اور عباسؑ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا ۔ عباسؑ نے نیزہ بائیں ہاتھ میں لیا، علم کو گھوڑے کی زین اور زانو میں دبایا، مشک سینے سے لگائی اور گھوڑے کو ایڑ لگائی ۔ پھر چھپ کر ایک وار ہوا ۔ عباسؑ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا ۔ عباسؑ مشک کو سینے سے لگا کر گھوڑے پر دوہرے ہو گئے ۔

"یا اللہ مجھے صرف اتنی زندگی دے دے کہ میں یہ پانی سکینہ تک پہنچا سکوں"

اور پھر ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور مشک میں لگا ۔ پانی بہہ گیا ۔ عباسؑ نے گھوڑے کو روک لیا ۔ "اب خیموں میں جا کر کیا کروں گا" ۔ فوجوں نے عباسؑ کو گھیر لیا اور جس کی ہاتھ میں جو ہتھیار تھا اس سے عباسؑ پر ضرب لگائی ۔ عباسؑ کی آواز بلند ہوئی

"مولا، غلام کا آخری سلام قبول فرمائیے" حسینؑ، عباسؑ کی لاش تک پہنچے ۔ عباسؑ آخری ہچکیاں لے رہے تھے ۔ عباسؑ نے کہا "مولا میری لاش کو خیام تک نہ لے جائیے ۔ میں سکینہ سے شرمندہ ہوں کہ پانی نہ پہنچا سکا" ۔

عباسؑ شہید ہو گئے،

علی اکبرؑ شہید ہو گئے،

چھ مہینے کے بچے علی اصغر کے حلق میں تیر لگ چکا،

اب حسینؑ اکیلے ہیں ۔ زخموں سے چور ہیں، تین دن کے پیاسے ہیں، ۷۱ لاشے اٹھا چکے ہیں ۔ لیکن حسینؑ کے اوسان خطا نہیں ہوئے، حسینؑ نے Senses نہیں کھوئے

امام میدان میں آئے اور فوجوں سے خطاب کیا ۔ امام کے اس خطبہ ۔ آخر کو آغا سکندر مہدی کے الفاظ میں سنئیے:

آخری بار سناتا ہوں تمہیں حق کا پیام پیش کرتا ہوں، محمدؐ کی شریعت ، کا نظام
پھر بتاتا ہوں تمہیں اصل اصول اسلام فرض ہے نصرت حق سب پہ پکارے جو امام

راہ پر اب بھی جو آجاؤ بہل ہو تقصیر
درگذر خون سے ان سب کے کرے گا شبیرؑ

Marfat.com

یہ تھا حسینؑ کا کلیجہ ، یہ تھی امامت کی منزل ، صبر حسینؑ کا مظاہرہ ، حسینؑ یہ کہہ کر اتمام حجت کر رہے ہیں کہ اگر اب بھی تم راہ پر آجاؤ تو حسینؑ سارے گھرانے کا خون معاف کر سکتے ہیں ۔
دوستو ، کیا امام کا یہ خطبہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ حسینؑ یہ جنگ اپنے ذاتی مقاصد کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی حاکمیت کو منوانے کے لئے ، رسولؐ کی محنتوں کو بچانے کے لئے ، سچ اور جھوٹ کا فرق دکھانے کے لئے کر رہے تھے ؟

سن کے حضرت کے یہ الفاظ ہنسے بانیٔ شر مہر تھی دل پہ لگی کچھ نہ ہوا ان پہ اثر
بولے ،، ہم کو نہیں ، کچھ دینِ محمد کی خبر آپکا خون بہانے پہ تلا ہے لشکر

حق کسے کہتے ہیں ، ہم اس کے طلبگار نہیں
دینِ اسلام ہے کیا ، ہم کو سروکار نہیں

حسینؑ کی عالی ظرفی کا مذاق اڑایا گیا تو حسینؑ نے کہا ؛

امتیاز حق و باطل کا نہیں تم کو شعور بس سمجھ رکھا ہے تم نے ہمیں بیکس مجبور
ہم تو ہیں تابعِ فرمانِ خداوندِ غفور سر تسلیم ہے خم ، اس کی مشیت کے حضور

ورنہ دریا سے کہیں ، ہم بھلا ہٹ سکتے تھے
میرے عباسؑ کے بازو کہیں کٹ سکتے تھے

فوجِ یزید نے کوئی نوٹس نہیں لیا ۔ اور اب اتمام حجت اور دشمنوں کی سرکشی کے بعد حسینؑ کے پاس جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا ۔ اپنی مظلومیت کو بے چارگی اور بے بسی کے الزام سے بچانے کے لئے بھی حسین کا جنگ کرنا ضروری تھا چنانچہ ارشاد فرمایا ؛

یاد تو ہوگا تمہیں بدر و احد کا میداں زعم میں طاقت و کثرت کے تم آئے تھے جہاں
جب چلی حیدرِ کرار کی تیغِ براں ایسے بھاگے تھے کہ ملتا نہ تھا قدموں کا نشاں

پھر وہی زورِ یداللہ دکھاتا ہے حسینؑ
لو چلو آؤ ، کہ میدان میں آتا ہے حسینؑ

یا علیؑ کہہ کے کیا فوج پہ حملہ اک بار بن گئی قہرِ خدا ابنِ علیؑ کی تلوار
سامنے آکے بچا کوئی نہ پیدل نہ سوار ہر طرف کشتوں کے پشتے تھے سروں کے انبار

(مرثیہ نظم کی اصناف میں --- ایضاً)

Marfat.com

شور اٹھا، سپہ شام کی، شامت آئی
آسماں چیخ پڑا، رن میں قیامت آئی

ابتری پھیل گئی، رن سے ستمگر بھاگے　　کھلبلی مچ گئی، کفار کے لشکر، بھاگے
جاں بچانے کے لئے ظلم کے خوگر بھاگے　　منتشر چھوڑ کے افواج کو، افسر بھاگے

دوستو یہاں ایک بات اپنی طرف سے بتاتی چلوں کہ کربلا میں ۷۲ افراد کو قتل کرنے کے لئے جو لشکر تھا وہ تقریباً گیارہ میل تک خیمہ زن تھا۔ بھوکے پیاسے، غموں سے نڈھال امام حسینؑ نے جب حملہ کیا اور فوجیں بھاگیں تو تاریخ میں لکھا ہے کہ کوفے کی دیواروں سے جا کر ٹکرائیں۔ گورنر کوفہ، ابن زیاد نے شہر کے دروازے بند کرادئے اور اعلان کرادیا کہ جو فوجی شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ کوفہ کربلا سے تقریباً چالیس میل دور ہے۔

میں سکندر مہدی کا کلام سنا رہی ہوں:۔

جاں بچانے کے لئے ظلم کے خوگر بھاگے　　منتشر چھوڑ کے افواج کو، افسر بھاگے
اپنی فوجوں کو کچلتے ہوئے اسوار گئے
پھینک کر تیر و کماں، رن سے کماندار گئے

پیشِ مولا تھا مگر وعدہ، طفلی کا خیال　　یاد نانا کو کیا، تھم گیا حضرت کا جلال
خون زخموں سے بہا، ہوگئے سرکار نڈھال　　جلتی ریتی پہ گرے شاہِ زمن وقت زوال
سایہ، ظلم عدو، نیر دیں پر آیا
راکبِ دوشِ نبیؐ، فرشِ زمیں پر آیا

(مرثیہ نظم کی اصناف میں ..... ایضاً)

حسینؑ شہید ہو گئے۔
کربلا میں شام ہوئی،
حسینؑ کے خیمے جلے،
سیدانیوں کو لوٹا گیا۔
حسینؑ کی کہانی ختم ہوئی۔ اور سیدہ زینبؑ کی کہانی شروع ہوئی

Marfat.com

..... فیڈ اِن .....

زہراؑ تیری دعا ہے، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں، پر عباسؑ کا علم ہے

..... فیڈ آؤٹ .....

آواز کی دنیا کے دوستو، گذشتہ چھ سال سے ڈاکٹر مولانا سید رضوان حیدر پی - ایچ، ڈی ہر سال الہ آباد سے سکینہ ٹرسٹ، لندن میں شہادتِ حسینؑ پر تقاریر کرنے تشریف لاتے ہیں - اس بار ہمیں بھی موقعہ ملا کہ ان کا ایک لیکچر براڈ کاسٹ کر سکیں - یہ لیکچر پہلے سے ریکارڈ کیا ہوا نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر صاحب اس وقت ہمارے سٹوڈیو میں موجود ہیں اور آپ سے براہ راست (Live) مخاطب ہیں - سماعت فرمائیے ڈاکٹر سید رضوان حیدر کی زبان سے حسینؑ اور زینبؑ کے غموں کی کہانی ---

..... تقریر مولانا سید رضوان حیدر Ph.D. .....

سامعین، آپ نے شبانہ کاظمی صاحبہ کی زبان سے محرّم کے واقعات سنے - دنیا کی ہر جنگ میں لشکر کا سردار آخری دم تک ایک ایک سپاہی کو، ایک ایک ساتھی کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کامیابی ہماری ہوگی اور ہم دشمن پر فتح پاکر رہیں گے - کربلا کی جنگ دنیا کی ہر جنگ سے انوکھی جنگ ہے جس میں سردارِ لشکر امام حسینؑ نے اپنے ہر ساتھی کو بتا دیا تھا کہ جسے سر کٹانا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے، جسے مال لٹانا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے، جسے ہر طرح کا غم برداشت کرنا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے - اور اس کی اجازت فقط دن کی روشنی میں نہیں بلکہ رات کی تاریکی میں چراغ بجھا کر اپنے ساتھیوں کو دی اور ان سے کہا تھا کہ اگر نظر سے نظر ملانے میں حیا حائل ہے تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ - مگر تاریخ شاہد ہے کہ چراغ تو بجھ گئے مگر دلوں میں وفا کے چراغ جل گئے

زمانہ کب یہ سمجھا تھا، شبِ عاشور سے پہلے
چراغوں کے بجھانے سے، اجالا اور ہوتا ہے

اللہ کے نیک بندوں نے جنہوں نے انسانیت کے اصولوں کے تحفظ کے لئے ہر قربانی دینے کا ارادہ کر لیا تھا، نو محرم کی ساری رات یادِ الٰہی میں گذاری - چھوٹے

Marfat.com

چھوٹے بچے العطش، العطش، پیاس، پیاس کی صدائیں بلند کرتے رہے۔

عاشور کی صبح نمودار ہوئی، صبح عاشور یعنی دس محرم کی صبح وہ صبح ہے جو تاریخ میں بڑی قیامت خیز صبح ہے۔آج کی صبح امام حسینؑ نے اپنے فرزند، اپنے بیٹے علی اکبرؑ جو صورت میں اور سیرت میں سیدنا امام حسینؑ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تصویر تھے، ان سے کہا بیٹا آج نمازِ صبح کے لئے اذان تم دو۔ علی اکبرؑ گلدستہ ء اذاں پر جاکر اذان دیتے ہیں اور اذان دے کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ پہچانو، نمازیں حسینؑ کی طرف بھی ہیں اور نمازیں یزید کی طرف بھی پڑھی جارہی ہیں۔ادھر بھی کلمہ گو ہیں اور ادھر بھی کلمہ گو ہیں مگر آج یہ فیصلہ ہوجائے کہ محمدؐ کا اسلام کدھر ہے اور بادشاہت کا اسلام کس طرف ہے۔ حسینؑ کس اسلام کے علمبردار ہیں اور یزید اسلام اور انسانیت کی کن اقدار کو برباد کرنا چاہتا ہے۔

علیؑ اکبر کی اذان کے بعد شہادت کا بازار گرم ہوا۔ حسینؑ کے ساتھی درجہ ء شہادت پر فائز ہوئے۔ دوستوں کے بعد عزیزوں کی منزل آئی۔ شبیہ پیغمبرؐ علی اکبرؑ میدان میں آئے، جنگ کی اور جب سینے میں برچھی کا پھل لگا تو باپ کو پکارا۔ ضعیف باپ جوان بیٹے کی لاش پر پہنچا بیٹے کا لاشہ اٹھایا لیکن حسینؑ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اگر صداقت، انسانیت اور دین کے لئے جوان بیٹے کی زندگی قربان کرنی پڑے تو حسینؑ اس کے لئے تیار ہیں۔ علی اکبرؑ کے ساتھ ساتھ حسینؑ اپنے قوت بازو عباسؑ کی لاش بھی اٹھاتے نظر آتے ہیں۔آج "ہر امتحان کے لئے تیار ہے حسینؑ"۔

تاریخ کہتی ہے علیؑ کے پاس ذولفقار کے علاوہ چار تلواریں تھیں جو حسینؑ کو ورثے میں ملی تھیں۔یہ عرب کے وہ چار شجاع تھے جن کا شجاعت میں کوئی ہمسر نہیں تھا علیؑ کی پہلی تلوار، علی کا بیٹا محمد حنفیہ جنہیں حسینؑ یہ کہہ کر مدینے میں چھوڑ آئے تھے کہ بھائی ہم سفر پر جارہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ہمارے بعد مدینہ جیسا مرکز ہدایت سے خالی ہوجائے۔آپ مدینہ میں رہیں اور اس وقت تک دین کی ذمہ داری سنبھالیں جب تک ہمارا سید سجاد واپس مدینے نہ پہنچ جائے۔

علیؑ کی دوسری تلوار، عبداللہ ابن جعفر جنہیں حسینؑ نے اس بنا پر مدینے میں رہنے کا حکم

Marfat.com

دیا کہ وہ بیمار تھے۔اس طرح حسینؑ نے علیؑ کی دو تلواروں کی طاقت کو کربلا آنے سے روک دیا۔

علیؑ کی تیسری تلوار، مسلم بن عقیلؑ تھے۔ کوفے والوں نے حسینؑ کو خطوط لکھے تھے کہ مولا حسینؑ آپ کوفے تشریف لائیں، ہمیں آپ کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ حسینؑ نے مسلم بن عقیلؑ کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیج دیا اور شجاعت کا ایک حصہ کوفے میں خرچ کر دیا۔ کوفے والوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھ وفاداری کا ثبوت نہیں دیا اور عقیل کوفے میں شہید کر دئے گئے۔

علیؑ کی چوتھی تلوار کا نام تھا عباسؑ ابن علیؑ، حسینؑ کے بھائی عباسؑ جنہیں کربلا میں حسینؑ نے جنگ کی اجازت نہیں دی اور کہا عباسؑ اگر تم بچوں کے لئے پانی لینے جانا چاہتے ہو تو ہتھیار سجا کر جنگ کے میدان نہیں جاؤ گے۔ حسینؑ نے عباسؑ کو تلوار کی بجائے مشکِ سکینہ دیدی۔ سکینہ، حسینؑ کی چار سال کی بچی کا نام تھا جو بچوں کو یقین دلا رہی تھی بچو. اب ہمارے چچا عباسؑ پانی لانے کے لئے فرات کی طرف گئے ہیں۔ گھبراؤ نہیں بچو میرے چچا پانی ضرور لائیں گے۔ مگر وہ شیر جس کی شجاعت پر حکمِ امام کی زنجیریں ہوں، جس کی پاؤں میں حکمِ امام کی بیڑیاں ہوں، وہ اپنی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیسے کر سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کلمہ گو جو نبیؐ کی زبان سے سن چکے تھے کہ علیؑ "کلُ ایمان" ہے انہیں کلمہ گویوں نے، انہیں مسلمانوں نے اس "کلُ ایمان" علیؑ کے بیٹے عباسؑ کے بازو قلم کر دئے۔ عباسؑ کا سر شگافتہ کر دیا اور فرات کے کنارے عباسؑ کا خون بچی کی مشک کے پانی کے ساتھ بہہ گیا۔ اور عباسؑ کے لاشے پر حسینؑ یہ کہتے سنائی دئے کہ "عباسؑ تمہارے مرنے سے ہماری کمر ٹوٹ گئی" لیکن حسینؑ صبر کی منزلوں پر قائم ہیں۔ حسینؑ کا صبر تو اشقیا کو آزما رہا ہے۔ ظلم کی طاقت دیکھ رہا ہے۔ حسینؑ نے آزمایا، اگر یہ واقعی مسلمان ہوتے تو رسولؐ کی تصویر، علی اکبر کو برچھیاں نہ مارتے۔ حسینؑ نے آزمایا، یہ لوگ اگر صاحبِ ایمان ہوتے تو "کلُ ایمان" کے لال عباسؑ کے بازو قلم نہ کرتے۔ علی اکبرؑ کی شہادت نے بتایا کہ اِن کے پاس اسلام نہیں ہے۔ عباسؑ کی شہادت نے بتایا کہ اِن کے پاس ایمان نہیں ہے۔

Marfat.com

اب حسینؑ یہ پرکھنے کے لئے نکلے کہ اگر یہ ایمان والے نہیں، اسلام والے نہیں تو یہ انسان بھی ہیں یا نہیں؟ انسانیت کا متحان لینے کے لئے حسینؑ اپنے چھ ماہ کے بچے، علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر لیکر آئے اور اشقیا سے کہا؛

دیکھو یہ بچّہ ہے جس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ یہ بچّہ پیاس سے جاں بلب ہے۔ اگر تمہیں یہ شک ہے کہ اس بچّے کے بہانے حسینؑ خود پانی پی لے گا تو لو میں اس بچے کو جلتی زمین پر لٹا دیتا ہوں آؤ اپنے ہاتھوں سے اسے چند قطرے پانی پلادو"۔

مگر ظالموں میں سے کسی کو رحم نہیں آیا۔ لشکرِ یزید کا کمانڈر لپسر سعد، ایک تیر انداز حرملا جیسے ظالم سے کہتا ہے "حرملا کہاں ہے تو؟ کہاں ہے تو؟ اس بچّے کو ذبح کردے، حسینؑ کے کلام کو قطع کردے" حرملا نے تیر چلہ، کمان میں جوڑا، چھ مہینے کے بچے کو نشانہ بنایا۔ انسانیت لرز اٹھی، کائنات تڑپ اٹھی، ساری دنیا متقلب ہو گئی۔ یہ کیسا ظالم ہے جو چھ مہینے کے بچے کو نشانہ بنا رہا ہے؟ بچہ باپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر رہ گیا ننھا سا گلہ تیر سے چھد گیا۔ اور نہ صرف حسینؑ نے، بلکہ دنیا نے پہچان لیا کہ یہ نہ اسلام والے ہیں، نہ ایمان والے ہیں اور نہ ہی انسان ہیں۔ اگر ان میں ذرا سی بھی انسانیت ہوتی تو یہ چھ مہینے کے بچے کو نشانہ نہ بناتے۔ مگر حق اور انسانیت کے لئے حسینؑ ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ حسینؑ بچے کی لاش کو درِ خیمہ پر لائے۔ ماں کو آخری دیدار کرانے کے بعد سپردِ خاک کیا اور یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ میرے معبود، حسینؑ نے اپنے دامن کی آخری دولت تیرے سپرد کر دی۔ اس کے بعد اپنی بہنوں، اپنے بچوں سے، اہل حرم سے رخصت ہونے کے بعد حسین اللہ کی بارگاہ میں اپنے سر کا آخری ہدیہ پیش کرنے کے لئے میدان میں آئے۔

وہ انسان جو زخموں سے چور رہو، وہ انسان جو صبح سے اس وقت تک لاشوں پہ لاشے اٹھا رہا ہو، اس کے پائے ثبات میں کوئی جنبش نہیں۔ اس کے کردار میں کوئی کمزوری نظر نہیں آتی۔ سیدنا امام حسینؑ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نواسے تھے۔ علیؑ مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ خاتون جنت فاطمہ زہراؑ، رسولؐ کی اکلوتی بیٹی کے فرزند تھے۔ لہذا حسینؑ ساری

Marfat.com

کائنات کے مختار تھے، ساری کائنات ان کے قبضے میں تھی۔ جن، فرشتے، ہوائیں سب نے حسینؑ سے کہا کہ آپ مختار نبیؐ کے مختار نواسے ہیں، آپ حکم دیں تو یزید کے لشکر کو فنا کر دیں مگر حسینؑ نے کہا نہیں ۔ تم Super Powers ہو اور ہم کسی بڑی طاقت کو چھوٹی طاقت پر مسلط نہیں کرنا چاہتے ۔ کربلا ایسی درس گاہ، ایسی، Institution ایسا سکول ہے جس نے دنیا کی ہر طاقت کو سبق دیا کہ:

"خبردار، چھوٹی طاقت پر بڑی طاقتوں کو مسلط نہ کرنا کہ یہ انسانیت، شرافت اور عدل کے خلاف ہے ۔ ہم نے ظلم کو مٹانے کے لئے ہر مصیبت برداشت کر لی تاکہ انسانیت کے اصول زندہ رہیں"

آج اگر ساری دنیا میں امن، سلامتی، اور محبت کی بات ہو سکتی ہے تو بس انہیں مظلوموں کے نام سے ہو سکتی ہے جنہوں نے طاقت کا مقابلہ طاقت سے نہیں کیا بلکہ ظلم کا مقابلہ، مظلومیت سے کیا، جبر کا مقابلہ صبر سے کیا۔۔۔۔اگر کسی شہید کو ساری دنیا سے امن کی اپیل کرنے کا حق ہے تو وہ حسینؑ کا چھ مہینے کا بچہ علی اصغر ہے جو ہر بڑی طاقت سے کہہ سکتا ہے کہ دیکھو، آپس میں نہ لڑو۔ جب تم لڑتے ہو تو ہم ایسے بے زبان اور بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ ایسی اپیل کرنے کا حق صرف اس بچے کو ہے جس نے مسکرا کر تیر کھایا اور قیامت تک کے لئے پوری دنیائے انسانیت کے لئے ایک سبق بن گیا۔

حسینؑ نے انسانیت کی قدروں اور دین کے اصولوں کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ۔ حسینؑ ایک انسان کا نام نہیں، حسینؑ ایک بشر کا نام نہیں بلکہ حسینؑ ایک کردار کا نام ہے۔ حسینؑ ایک زندہ علامت کا نام ہے۔ بقول شاعر:۔

امن واماں، صداقت وایثار وصبر وشکر
اِن سب کا نام حسبِ ضرورت، حسینؑ ہے

ور بقول سید عاشور کاظمی ۔بڑی اچھی بات کہی ہے:۔

احساں ہے انبیا پہ محمدؐ کے لال کا
ذبحِ عظیم خواب تھا، تعبیر ہے حسینؑ

Marfat.com

حسینؑ انبیاء کے محسن اور اپنے اسلاف کے اوصاف کے وارث ہی نہیں، آئندہ آنے والے ہر ذمہ دار کے لئے روشنی کا ایک مینارہ بھی تھے۔

کربلا کے میدان میں اب حسینؑ اکیلے ہیں۔ قربانی کا وقت آگیا، حسینؑ زخموں سے چور ہیں، حسینؑ نے تلوار نیام میں رکھ لی ہے اور دشمن کے ہر وار کا مقابلہ شمشیر سے کر رہے ہیں۔ حسینؑ کی تلوار نیام میں گئی تو ظالم حکومت کی بزدل فوج نے حسینؑ کو گھیر لیا۔ ہر طرف سے حسینؑ پر وار ہو رہے ہیں لیکن حسینؑ، بقول شاعر:۔

زخموں سے چور، خوں میں نہائے رہے حسینؑ
اسلام کو گلے سے لگائے رہے حسینؑ

اور پھر دنیا کا سب سے بڑا ظلم ہوا۔ شمر ملعون آگے بڑھا اور نبیؐ کے نواسے کے حلق پر خنجر چلانے لگا۔ کائنات بلبلا اٹھی۔ زمین و آسمان سے آوازِ گریہ بلند ہوئی۔ حسینؑ شہید ہوگئے۔ عصر کا سورج ڈوب گیا اور اس کے ساتھ ہی ظلم، بربریت اور طاقت کا سورج بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور صداقت اور مظلومیت کا سورج ابھر کر سامنے آگیا۔ آج بھی حسینؑ ساری دنیا سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم یہ پہچانو کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ حسینؑ کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں ہر لڑائی میں طاقت کا مقابلہ طاقت سے ہوا کرتا ہے لیکن ہم نے لڑائی کا انداز اس لئے بدل دیا کہ اگر ہم طاقت کے مقابلے میں طاقت کا استعمال کرتے تو یزید تو مٹ جاتا مگر یزیدیت نہ مٹتی لہذا ہم نے طاقت کے مقابلے میں گردنیں پیش کیں، رسیوں کے مقابلے میں بازو پیش کئے ہیں اور نیزوں کے مقابلے میں سینے پیش کئے ہیں تاکہ یزیدیت مٹ جائے اور پھر کوئی ظالم اسلام یا انسانیت کو مٹانے کی ہمت نہ کرے:۔

عباسؑ نامور کے لہو سے دھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا

کسی شاعر نے کیا اچھی بات کی ہے کہ یزید اس طرح ذلیل ہوا، اس طرح رسوا ہوا کہ:۔

بچے کا نام بھی کوئی رکھتا نہیں یزید
لاکھوں کا نام اب بھی شرافت حسینؑ ہے

Marfat.com

لفظِ حسینؑ شرافت سے یوں جڑ گیا کہ حسینؑ، شرافت، آدمیت، اخلاق، صبر، شکر، اور انسانیت کی علامت بن کر ابھر آئے۔ آج اگر انسانیت کے اصولوں پر بات کی جائے تو کربلا کے واقعہ سے ہٹ کر کوئی Chapter نہیں ہے جو اس کمی کو پورا کر سکے۔ حسینؑ تو انسانیت کے ایسے علمبردار تھے کہ شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کو کہنا پڑا:۔

قافلے دھوپ میں جب وقت کی چکراتے تھے
ہائے کیا دل تھا انہیں چھاؤں میں لے آتے تھے
تشنہ لب دیکھ کے دشمن کو تڑپ جاتے تھے
داد احساں کی کوئی دیتا تو شرماتے تھے

دشتِ بے آب میں کوثر کی روانی تھے حسینؑ
کشتِ انساں پہ برستا ہوا پانی تھے، حسینؑ

انسانیت کی کھیتی جو آج لہلہا رہی ہے یہ مظلوم حسینؑ کا ابر بیکراں ہے جس نے اسے سیراب کیا۔ پیاس کے باوجود، بھوک کے باوجود، اذیتوں کے باوجود، تکلیفوں کے باوجود حسینؑ، اقدارِ انسانی کی علامت کا نام ہے۔ کربلا امن عالم کے لئے وہ امین واقعہ ہے کہ اگر آج کربلا کی تاریخ لوگوں کو سنادی جائے تو حسینؑ کے نام پر امن بھی قائم ہو سکتا ہے، Peace بھی قائم ہو سکتا ہے، اور آپس میں اتحاد و محبت کی فضا بھی سازگار ہو سکتی ہے۔ کربلا سے بڑا کوئی مدرسہ نہیں جس نے انسانیت کے لئے ایک دوپہر میں اتنے سبق دئے ہوں:۔

ڈوب کر پار اتر گیا اسلام
کوئی کیا جانے کربلا کیا ہے

آج یزیدیت بھی بے نقاب ہے اور حسینیت بھی سب کے سامنے ہے۔ امام حسینؑ نے اپنی قربانی کی وہ آخری علامت جسے سجدہ، حسینؑ کہا جاتا ہے تیروں کی چھاؤں میں، تلواروں کی چھاؤں میں، اس اللہ کا سجدہ ادا کر کے بتایا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ جب تک یہ اذانیں قائم ہیں، جب تک ذکر الٰہی باقی ہے، جب تک برائی اور

Marfat.com

بھلائی میں تمیز باقی ہے، جب تک سچ اور جھوٹ کے راستے الگ الگ ہیں، سمجھنا کہ حسینؑ کی قربانی زندہ ہے۔

کربلا کا آخری سبق اور اسی پر گفتگو تمام کہ آج انسان جو رشتوں میں جڑ جاتا ہے تو سارے فرق مٹانے کے بعد بھی سگے اور سوتیلے کا فرق باقی رہتا ہے۔ کربلا میں حسینؑ نے جہاں بندہ و آقا، امیر غریب، حاکم و محکوم کے فرق مٹائے وہاں سگے سوتیلے کا فرق بھی مٹایا۔ عباسؑ علمدار اگرچہ حسینؑ کے سوتیلے بھائی تھے مگر ہے کوئی جو عباسؑ اور حسینؑ کے رشتے کو سوتیلے بھائیوں کا رشتہ کہہ سکے۔

آج کی دنیا میں کالے گورے کا فرق مٹانے کی باتیں تو بہت ہو رہی ہیں لیکن کیا کالے گورے کا فرق مٹ گیا ہے؟ کیا کالے گورے برابر ہو گئے ہیں؟ آؤ کربلا میں دیکھو کہ حسینؑ کس طرح ایک حبشی غلام، جون کا سر اپنے زانو پر رکھے نظر آتے ہیں اور جون کے جسم سے بہتا خون کیسے حسینؑ کے زخموں سے نکلتے خون سے مل گیا ہے۔ کربلا آج بھی آواز دے رہی ہے کہ اس درسگاہ سے اپنی زندگی بناؤ۔ یہاں ذہن ڈھلتے ہیں۔ یہاں کردار بنائے جاتے ہیں۔ کربلا ہر دور میں زندہ رہے گی۔ کسی نے کہا تھا:

"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

مگر میں سمجھتا ہوں کہ کربلا کے بعد پھر کوئی دوسری ویسی ہی کربلا ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر بات یوں کہی جائے تو عبث نہ ہوگا:۔

قربانیٔ حسینؑ سے اسلام بچ گیا
پھر کربلا ہوئی نہ کوئی کربلا کے بعد

..... فیڈ اِن ..... آواز ناصر جہاں مرحوم .....

گھبرائے گی زینبؑ
بھیا تمہیں گھر جا کے کہاں پائے گی، زینبؑ
کیسا یہ بھرا گھر ہوا برباد، الٰہی
کیا آئی تباہی
اب اس کو نہ آباد کبھی پائیگی، زینبؑ
گھبرائے گی زینبؑ

Marfat.com

گھر جا کے کسے دیکھے گی قاسمؑ ہیں نہ عباسؑ
اکبرؑ سے بھی ہے یاس
اپنے علی اصغر کو کہاں پائے گی زینبؑ
گھبرائے گی زینب

..... فیڈ آؤٹ .....

اپنے علی اصغر کو کہاں پائے گی زینبؑ، گھبرائے گی زینبؑ۔ یہ تھا محرم کے سلسلے کا پروگرام "کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں" اور چونکہ آج پروگرام کا آخری دن ہے اس لئے میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن سے مجھے اس پروگرام میں مدد ملی ہے سب سے پہلے رائے بریلی کے معروف فنکار قاسم علی خان اور نامور صاحبِ بیاض سوز خواں نجمی جعفری اور ان کے ہمنواؤں کا شکریہ جن کی خوبصورت آوازوں میں آپ نے یہ نوحہ بار بار سنا؛

زہراؑ تیری دعا ہے ، زینبؑ تیرا کرم ہے
لندن کی سرزمیں پر عباسؑ کا علم ہے

اور آج ایک بار پھر سید حیدر مہدی رضوی (ببا) کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن کے تعاون سے آپ کی خدمت میں یہ سلام اور نوحے پیش کر سکی۔

..... فیڈ اِن .....(ناصر جہاں کی آواز).....

گھر جا کے کسے دیکھے گی قاسمؑ ہیں نہ عباسؑ
اکبرؑ سے بھی ہے یاس
اپنے علی اصغر کو کہاں پائے گی زینبؑ
گبرائے گی زینبؑ
پوچھیں گے جو سب لوگ کہ بازو پہ ہوا کیا
یہ نیل ہے کیسا
کس کس کو نشاں رسی کے دکھلائے گی زینبؑ
گھبرائے گی زینبؑ

..... فیڈ آؤٹ .....

Marfat.com

جہاں سے روشنی ملی

قرآن حکیم	تاریخ ابو الفدا
صحیح بخاری	روضہ الاحباب
صحیح مسلم	روضہ الصفا
مشکواۃ	صوائق محرقہ
تاریخ طبری	شرح ابن حدید
سیرت النبی (ابن ہشام)	تفہیم القران
مستدرک حاکم	ترجمان القران
طبقات ابن سعد	شہید انسانیت
تاریخ خمیس	صراط منزل
عقد الفرید	مرثیہ نظم کی اصناف میں

.....بر منگھم میں مقیم مولانا سید سجاد حسین نقوی کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ کہ موصوف نے تحقیق و تراجم میں معاونت کے علاوہ اپنی انمول لائبریری میں موجود ہر کتاب تک رسائی کا اختیار دیا.....

Marfat.com

ہماری کتابیں

کتاب کا نام	مصنّف/مولّف	موضوع
۱ ترقی پسند ادب: پچاس سالہ سفر	پروفیسر رئیس اور سید عاشور کاظمی	مقالات: پچاس سالہ ترقی پسند تخلیقی ادب کا جائزہ
۲ تازہ ہوا	باقر نقوی	مجموعہ کلام: جسے ۱۹۸۸ کی بہترین کتاب کی حیثیت سے ایوارڈ ملا
۳ حقیقت شاعری	نصیر الدین نصیر	"برطانیہ میں اردو" کی ایک گم شدہ تحریر اردو کی پہلی مثنوی جس کا موضوع شاعری ہے
۴ لب سحر	خالد یوسف	مجموعہ کلام
۵ بے صورت رنگوں کا شور	صابر رضا	مجموعہ کلام
۶ صراط منزل	سید عاشور کاظمی	شعری مجموعہ: (حمد، نعت، سلام)
۷ بادشمال	بخش لائل پوری	مجموعہ کلام
۸ نکات فن	آغا صادق	علم عروض، زبان، موسیقی
۹ وہی قتل بھی کرے ہے	حیدر مہدی رضوی	آرتھر کنن ڈائل کا ترجمہ
۱۰ سپنے جاگتی آنکھوں کے	عابد جعفری	مجموعہ کلام
۱۱ سخن گسترانہ بات	سید عاشور کاظمی	مضامین
۱۲ مٹھی بھر تارے	باقر نقوی	مجموعہ کلام
۱۳ کرن کرن اجالا	رشیدہ عیاں	مجموعہ کلام
۱۴ فسانہ کہیں جسے	سید عاشور کاظمی	مغرب میں افسانے کی کہانی اور بیالیس اردو افسانے
۱۵ یروشلیم یروشلیم	قیصر تمکین	افسانے ہی افسانے
۱۶ اس گھر کو آگ لگ گئی	سلیم قریشی عاشور کاظمی	جنگ آزادی ۱۸۵۷ میں غداروں کے خطوط
۱۷ ذروں سے ستاروں تک	اکبر حیدر آبادی	مجموعہ کلام
۱۸ مرثیہ نظم کی اصناف میں	سید عاشور کاظمی	جدید مرثیہ پر رپورتاژ
۱۹ یاترا	ڈاکٹر علی احمد فاطمی	
۲۰ کربلا تاریخ کے آئینے میں	شبانہ انجم کاظمی	برطانیہ کے ریڈیو پر محرم کا پروگرام (نشریات)
۲۱ چھیڑ خوباں سے	سید عاشور کاظمی	مضامین (زیر طبع)

Marfat.com

Marfat.com

OUR PUBLICATIONS

1.	Commitment	English	S.Ashoor Kazmi A selection of papers read in Golden Jubilee Conference of PWA in London in 1985.

"Books for the Third World" Programme.

2.	Family Law	English	Dr. E.N. Ngwafor (Cameroon)
3.	Family Law	French	Dr. E.N. Ngwafor
4.	Law in Action	English	Dr. E.N. Ngwafor
5.	Corporate Criminal Responsibility	English	Dr. E.N. Ngwafor
6.	May Formey Victoria	English	Dr. E.N. Ngwafor

Novel - based on facts.

7.	Ako-Aya	English An Anthology	Dr. E.N. Ngwafor Ako-Aya was a progressive Camroonian Journalist who spoke truth and faced consequences.

INSTITUTE OF THIRD WORLD ART & LITERATURE
16 Windermere Road, London W5
Tel : (081) 567 6775

Marfat.com

تاریخ کے آئینے میں

Marfat.com